WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

موسم بہار کی آمد آمد تھی اور موسم خزاں رخصت ہوا چاہتا تھا۔ ایک طرف جہاں پیڑوں پر ہوا سے اِکا دُکا زرد پتے فضا کے سفر میں تھے وہیں شاخوں پر پھوٹتی ننھی کونپلیں نئی زندگی کو خوش آمدید کہہ رہی تھیں۔ یہی ازل سے دستور کائنات ہے۔ شہر خاموشاں میں ہر سو خاموشی کا راج تھا، مشرقی جانب دو گز زمین کا وہ قطعہ جہاں سر پر رومال باندھے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے وہ آج پھر دربار عشق میں حاضر تھا جس کی دھڑکن زمین کے اوپر بھی اور دل منوں مٹی تلے سویا تھا۔

سکون آج تک گروی ہے اس کے پاس
ذرا سی محبت قرض لی تھی جس سے

☆☆☆

''یہ کیا ہے؟'' عامر نے مسکراتے ہوئے ہتھیلی عین اس کی آنکھوں کے سامنے کی تو عون نے ایک قدم پیچھے ہٹتے اسے گھورا۔

''اسے دوات کہتے ہیں اور اس میں بھرے سیال مادے کو روشنائی کہتے ہیں۔''

''یہ تو مجھے بھی معلوم ہے مگر سوال یہ ہے کہ تم کیا کرو گے اس کا؟'' عون نے اس کا ہاتھ نیچے کرتے سنجیدگی سے پوچھا۔ جینز کے ساتھ فالسہ کلر کی شرٹ میں اونچا لمبا عون اس وقت سنجیدہ تھا اور عامر بلاوجہ ہی کھلکھلا رہا تھا۔

''آج ہم اس سیاہی سے ایسے اسٹوڈنٹس کی تواضع کریں گے جن کے لباس پیور وائٹ ہوں گے۔'' عون اور عامر نے ایک ہی ادارے سے

مدیحہ سعید

اسیر عشق

PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

اسلام علیکم!
ہمیں اپنے Blog kitabdost
http://kitabdostpk.blogspot.be
اور readingpoint
http://readingpointpk.blogspot.be
کے لیے لکھاریوں کی ضرورت ہے جو ہمارے لیے ناولز
لکھ سکیں جو خواتین و حضرات شوقین ہیں وہ
ہمیں اپنی تحریر (ناول،ناولٹ،افسانہ قسط وار ناول)
اس میل آئی ڈی پہ سینڈ کر سکتے ہیں
maisrasultan@gmail.com
فیس بک پہ بھی اس میل کے زریعے رابطہ کریں

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

گریجویشن کی تھی اور اب اکٹھے ہی نجی یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا تھا۔ عون فطرتاً سنجیدہ اور ریزرو رہتا تھا۔ عامر نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا تو اس نے تھام لیا تھا۔ وہ اس وقت جینز کے ساتھ سرمئی شرٹ میں تھا۔

''ہمارا حق ہے کہ نیو کمرز کو ویلکم کریں۔''

''تم بھول رہے ہو، ہم خود بھی نیو کمرز ہیں۔'' عون نے گہری سانس لی۔

عون کے ساتھ قدم بڑھاتے عامر کی نگاہیں

اطراف میں اسٹوڈنٹس کا جائزہ لے رہی تھیں اور یہ جائزہ اسے مایوس کر رہا تھا کہ اسٹوڈنٹس کے لباس میں سفید رنگ تھا تو سہی مگر کنٹراسٹ میں۔ عون نے بے ساختہ مسکراہٹ چھپائی پھر تسلی دینے کے انداز میں اس کا شانہ تھپکا تب ہی عامر کی آنکھوں میں چمک ابھری اور ابرو کے اشارے سے بائیں جانب دو لڑکیوں کی طرف متوجہ کیا۔ عون نے بے ساختہ اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا۔ جہاں دو لڑکیوں میں ایک سیدھے رخ سے اس کے سامنے تھی۔ یہ ٹراؤزر کے ساتھ سرخ شرٹ اور دوپٹا تھا جبکہ دوسری کی پشت تھی۔ سفید ٹراؤزر کے ساتھ گلابی لمبی چوڑی دار پوری آستین کی شرٹ اور پیور وائٹ دوپٹا شانوں پر پھیلا تھا۔ بالوں کی چٹیا آگے ڈالے وہ اپنی ساتھی لڑکی سے کچھ ڈسکس کر رہی تھی۔

''عامر نہیں یار۔''

''کم آن یار!! انجوائے کرو۔'' عامر نے دوات کا ڈھکن کھول کر زبردستی عون کے ہاتھ میں تھمایا۔

''یہ غلط ہے عامر!'' اس نے آگے بڑھتے عامر کے قدموں کو روکنے کے لیے اس کا ہاتھ تھاما مگر اس نے عون کو بھی اپنے ساتھ گھسیٹ لیا۔ چند قدموں کا فاصلہ تھا، اس سے قبل کہ عون اس کے ہاتھ سے سیاہی جھپٹتا، عامر سیاہی کی پوری دوات اس لڑکی پر الٹ چکا تھا۔ یہ اس قدر آناً فاناً ہوا تھا کہ چند پل کے لیے تو عون خود بھی ساکت رہ گیا جبکہ لڑکی جھٹکے سے پلٹی تو نگاہ فالسہ شرٹ میں ملبوس اس لڑکے اور اس کے ہاتھ میں موجود ڈھکن پر جمی۔ چہرہ سرخ تھا تو تنفس تیز۔

وہ دو قدم کا فاصلہ طے کرتی عین عون کے سامنے آ کر رکی۔ عامر بھی بوکھلا گیا، باری باری دونوں کے سرخ چہرے دیکھے تب ہی زناٹے دار تھپڑ سے فضا گونج اٹھی جو جن قدموں پر تھا وہیں ساکت رہ گیا۔ عامر کا منہ کھل گیا جبکہ عون کا چہرہ شدت جذبات اور احساس توہین سے سرخ تھا۔ مٹھیاں سختی سے بھنچی تھیں۔

سحرش نے بوکھلا کر رباب کی کلائی دبوچی۔

''تم چلو رباب!'' اس نے رباب کو گھسیٹا۔

رباب نے اس کا ہاتھ جھٹکا پھر عون کی آنکھوں میں براہ راست دیکھا جو انتہائی سرخ ہو رہی تھیں۔

''یہ تھپڑ تمہیں زندگی بھر یاد دلائے گا کہ کسی لڑکی کے ساتھ کیسے پیش آیا جاتا ہے، اونہہ۔'' اس کی نگاہوں میں اس قدر غصہ اور تنفر تھا کہ عامر جو اس کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے کچھ کہنے والا تھا بول نہ سکا جبکہ وہ رباب نامی لڑکی اپنی ساتھی کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

''عون سوری یار۔''

''بس۔'' عون نے ہاتھ اٹھاتے اسے کچھ بھی کہنے سے منع کرتے قدم مخالف سمت میں موڑ لیے۔

☆☆☆

سرخ مضبوط اینٹوں سے بنی اونچی پرانی طرز کی حویلی بوگن ویلیا میں گھری تھی۔ بڑے سے صحن میں بھی اینٹوں کا فرش تھا۔ شمال کی طرف بنے کمروں کے درمیان راہداری بیرونی آہنی گیٹ کی طرف جاتی تھی۔ اس حویلی کے دو پورشن تھے، شمال کی طرف سلطان احمد اپنی بیوی ام کلثوم کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔ ان کی شادی کو تیس برس ہو چکے تھے مگر ابھی تک اولاد نہیں تھی جبکہ مشرقی جانب کے پورشن میں دلاور ملک اپنے دوسرے بیٹے تیمور کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔ ان کی بیگم کا دس برس قبل انتقال ہو چکا تھا۔ تیمور ملک ایگری کلچر میں ماسٹرز کرنے کے بعد اپنی زمینوں

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

کی دیکھ بھال کرتے تھے جبکہ سلطان دلاور کے ساتھ دیگر پنچایتی معاملات سنبھالتے تھے۔

ام کلثوم، دلاور ملک کی بھتیجی تھیں جو اسی گاؤں میں صرف ایک گلی کے فاصلے سے رہتے تھے۔ دلاور ملک کے بھائی عبدالمبین کا انتقال اس وقت ہوا جب ان کی بڑی بیٹی ام کلثوم دس برس جبکہ ام فروا بمشکل چھ برس کی تھی۔ بھائی کی وفات کے بعد دلاور ملک نے بھابھی اور بھتیجیوں کو سہارا دیا اور پھر بھتیجی کو بہو بنا لیا۔

فروا انٹر کرچکی تھی۔ دلاور ملک تیمور کے لیے فروا کا ہاتھ مانگنا چاہتے تھے مگر پہلے وہ کسی موقع پر تیمور سے بات کرنا چاہتے تھے۔ پورشن الگ ضرور تھے مگر سلطان اور کلثوم ہمہ وقت تیمور کے پورشن میں ہی پائے جاتے تھے۔ جب دلاور حویلی میں موجود ہوتے تو سب ہی ہال نما بڑے سے کمرے میں ضرور نشست لگاتے اور اس میں آسیہ (بھابھی) اور فروا بھی شامل ہوتی تھیں۔

اس روز تیمور بہت دنوں بعد حویلی آئے تھے۔ دلاور ملک اس روز گھر میں نہیں تھے، سلطان اور کلثوم آسیہ کی طرف جانے کے ارادے سے پورشن سے نکلے تو تیمور کی جیپ دیکھ کر اسی طرف آ گئے۔

"السلام علیکم بھائی۔" تیمور سلطان کو دیکھ کر بے ساختہ مسکراتے ہوئے اٹھے۔

"وعلیکم السلام۔ کیسے ہو؟" انہوں نے خوش دلی سے بغلگیر ہوتے بھائی کو پیار سے دیکھا۔

"ٹھیک ہوں میں، بھابھی! آپ کیسی ہیں اور کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

"امی کی طرف جا رہے ہیں۔ تم بھی چلو۔" انہوں نے اسے دعوت دی۔

"نہیں بھابھی! اس وقت بہت تھکاوٹ محسوس ہو رہی ہے پھر کبھی سہی۔"

"چائے پیو گے، بنوا دوں؟"

"نہیں۔ میں آرام کروں گا۔ بابا سائیں نے پیغام دیا ہے، کل صبح ڈی آئی خان جانا ہے۔"

"جیسے تم مناسب سمجھو۔"

"بہت دن ہو گئے تیمور کو دیکھے، کہاں مصروف ہے وہ اتنے دنوں سے۔"

سلطان اور کلثوم آسیہ کی طرف آئے تو حال احوال کے بعد ان کا پہلا سوال تیمور کے متعلق تھا۔

"پچھلے دو تین دن سے مصروف تھا، آج ہی واپس آیا ہے۔ کل پھر جانا ہے۔ ہم نے کہا تھا ساتھ آ جائے مگر وہ بہت تھکا ہوا تھا۔" سلطان نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر فروا کی طرف دیکھا۔ گلابی دوپٹے کے ہالے میں اس کا گلابی مائل چہرہ بہت فریش لگ رہا تھا۔ تیکھے نقوش کی حامل سرو قد چھریری سی لڑکی۔

سلطان کو خود کو دیکھتے پا کر نرمی سے مسکرائی جواباً سلطان بھی مسکرا دیے۔

"کیسا ہے میرا بچہ؟" ان کے لہجے میں دلاور جیسی شفقت و نرمی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں لالہ سائیں!" چائے ان کی طرف بڑھاتے وہ بہن کے پاس آ بیٹھی۔

"اور کیا کرتی ہو تم آج کل؟" کلثوم نے کپ میز پر رکھتے بغور بہن کا چہرہ دیکھا۔

"بس گھر کے تھوڑے کام۔" تب ہی سلطان کے نمبر پر کال آنے لگی۔

"السلام علیکم! ٹھیک ہے، میں آتا ہوں۔" فون بند کرتے انہوں نے بیوی کے بعد چاچی کو دیکھا جو سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"تیمور کو ابھی شہر جانا ہے، مجھے بھی جانا ہوگا اس کے ساتھ۔ کلثوم! اگر تم جانا چاہو تو چلی جانا حویلی۔ بابا سائیں گھنٹے تک آ جائیں گے۔"

☆☆☆

"رباب!" سحرش نے کولڈ ڈرنک اس کے سامنے رکھتے پکارا۔ سموسہ منہ میں لے جاتے ام رباب نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

سحرش نے دائیں جانب اشارہ کیا۔ ان کی میز کے دائیں جانب والی میز پر اس روز کی فاکسی رنگ کی

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

شرٹ والا نوجوان بیٹھا نظر آیا۔ اس کے چہرے کا زاویہ بگڑا، نگاہوں کی تپش پر عون نے بھی بے ساختہ گردن موڑی اور رباب کو دیکھ کر اس کے چہرے پر بھی کم و بیش ویسے ہی تاثرات ابھرے تھے۔

پہلے روز کے بعد سے ان کا آج پہلا اتفاقیہ ٹکراؤ تھا۔

آج عون اکیلا ہی تھا۔ اس روز کے بعد سے اس نے عامر سے بات چیت بند کر دی تھی۔

تین روز حویلی میں گزار کر وہ آج یونیورسٹی آیا تھا۔ جینز کے ساتھ آف وائٹ شرٹ کے کف موڑے عون از حد سنجیدہ تھا۔ جبکہ ام رباب کے کپڑوں کا امتزاج سیاہ پاجامے کے ساتھ سفید شرٹ تھی جبکہ دوپٹہ سیاہ اور سفید تھا۔ وہی پہلے روز والی تیاری، لمبے گھنے بالوں کی سادہ سی چٹیا آگے دائیں شانے پر ڈالے وہ بے نیازی سے شانے جھٹک کر پلیٹ پر جھک گئی۔ عون نے بھی سر جھٹکا۔

''ایکسکیوزمی!'' کینٹین سے نکلتے عون کو سحرش کی پکار پر رکنا پڑا۔ اس کی پیشانی پر بل پڑے تو سحرش نے خائف ہوتے اسے دیکھا۔

''فرمایے۔''

''وہ...... مجھے معذرت کرنا تھی۔''

''کس سلسلے میں؟'' عون کا لہجہ اکھڑا ہی تھا۔

''وہ اس روز...... وہ رباب کو غلط فہمی ہو گئی تھی تو اس نے انجانے میں آپ پر ہاتھ اٹھایا۔''

''ہاتھ آپ نے اٹھایا تھا؟'' عون نے اس کی بات کاٹی۔ سحرش نے اس کے پتھریلے لہجے پر لب کچلتے سر کو نفی میں جنبش دی۔

''تو پھر معذرت آپ کیوں کر رہی ہیں؟'' رباب کو قریب آتے دیکھ کر اس کا لہجہ مزید خشک اور پتھریلا ہو گیا۔ سحرش نے مدد طلب نگاہوں سے رباب کی طرف دیکھا چند ایک طلباء بھی متوجہ ہو چکے تھے۔

''رباب میری دوست ہے اس کے بی ہاف پر میں معذرت......''

''اُف......'' رباب کی برداشت ختم ہو گئی تو تیزی سے ان کے قریب آتے سحرش کو ٹوکا۔ ''تمہیں کس نے اجازت دی کہ تم میرے بی ہاف پر معذرت کرو جبکہ ان جیسے لوگوں......''

''ان جیسے سے کیا مطلب ہے تمہارا؟'' عون نے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ رباب کی بات کاٹی، لہجہ درشت تھا۔

''ان جیسوں سے مطلب تم جیسے مسٹر۔'' وہ تن کر اس کے روبرو کھڑی ہوئی۔ عون کا چہرہ ضبط سے سرخ ہو رہا تھا، اس نے مٹھیاں بھینچے بمشکل خود پر کنٹرول کیا۔ اگر اس کی جگہ کوئی لڑکا ہوتا تو اب تک عون کے ایک مکے سے زمین بوس ہو چکا ہوتا۔

''تم جیسے لوگ جنہیں اتنا بھی معلوم نہیں لڑکیوں سے کس انداز میں بات کی جاتی ہے۔''

''اور تم نے تو گویا مینرز میں پی ایچ ڈی کر رکھی ہے۔ مرد کی بھی اتنی ہی عزت ہوتی ہے جتنی عورت کی۔ کہاں لکھا ہے کہ مرد پر بلاوجہ ہاتھ اٹھاؤ اور وہ پھر بھی تمہیں خصوصی پروٹوکول کے ساتھ ملکہ عالیہ کی طرح سلامی پیش کرے۔''

ایک پل کے لیے رباب کے چہرے پر خجالت کی سرخی ابھری۔

''اگر عزت کروانے کا اتنا ہی شوق ہے تو پہلے دوسروں کی عزت کرنا سیکھو۔ جب سیکھ لو تب مجھ سے بات کرنا۔''

''تم ہو کیا چیز جس کے لیے میں مینرز سیکھوں؟'' رباب کا غصہ عود کر آیا۔

''صحیح کہتے ہیں......'' عون نے استہزائیہ انداز میں اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہنکارا بھرا۔ ''عورتوں کی عقل شریف ٹخنوں میں ہوتی ہے۔''

''ایکسکیوزمی۔'' رباب نے دانت پیستے کہا تو عون کے لبوں کو مسکان چھو گئی۔

''ایکسکیوزڈ۔'' دلکشی سے کہتے وہ شاہانہ انداز میں پلٹا تو نہ چاہتے ہوئے بھی جہاں رباب مسکرائی

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

وہیں ان کے گرد موجود اسٹوڈنٹس کھلکھلا کر ہنس پڑے تھے۔

☆☆☆

''یار! ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔''
تیمور اور سلطان اس وقت سلطان کے دوست آصف کی طرف آئے ہوئے تھے، آصف کے بیٹے کی سالگرہ کے سلسلے میں۔ وہ لوگ جانے کے لیے اٹھے تو آصف نے سنجیدگی سے تیمور کی طرف دیکھتے کہا۔

''اور وہ کون سی بات ہے؟'' سلطان اس وقت سفید شلوار سوٹ میں بھی ہلکی شیو میں خاصے باوقار لگ رہے تھے جبکہ تیمور جینز کے ساتھ سرمئی شرٹ پہنے ہوئے تھے۔

''تمہاری عمر تو خاصی ہو گئی ہے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے، تم لوگ شادیاں جلد کر دیتے ہو۔''

تیمور سے بات کرتے آصف نے سلطان کی طرف تائید طلب نگاہوں سے دیکھا جواباً سلطان نے بھی سرخم کیا (بالکل ایسا ہی ہے)۔

''تو اب تک تیمور کنوارہ کیسے گھوم رہا ہے؟''
تیمور مسکرا دیا۔

''بابا سائیں آج کل اسی نیک کام کو کرنے کے موڈ میں نظر آ رہے ہیں'' سلطان نے گویا بھائی کو آگاہ کیا۔

''آپ سے بات کی انہوں نے؟'' تیمور نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''اونہوں۔'' سلطان نے سر کو نفی میں جنبش دی۔ ''بس میری آبزرویشن ہے۔''

''تو بھئی، تمہارے کیا ارادے ہیں، کب سہرا باندھ رہے ہو، کوئی ہے نظر میں؟'' آصف کے لہجے میں اشتیاق در آیا۔

''فی الحال تو کوئی نہیں۔'' شانے اچکاتے صوفے کی بیک سے ٹیک لگائی تو دونوں دوست اسے دیکھ کر رہ گئے۔

''امید پہ دنیا قائم ہے۔ مجھے امید ہے زندگی کے کسی موڑ پر وہ ہستی میرے سامنے ضرور آئے گی جسے دیکھ کر دھڑکن ردھم بدلے گی اور سچ بتاؤں......'' وہ سیدھا ہوا، آنکھوں میں شرارتی چمک لیے باری باری سلطان اور آصف کو دیکھا۔ ''میں اب کچھ بوریت محسوس کرنے لگا ہوں، اس دل کی وہی روٹین والی دھک دھک سے۔''

سلطان کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

''سیریس ہو جائیں آپ دونوں۔'' اس نے وارننگ دینے والے انداز میں باری باری دونوں کو گھورا۔

''ہم تو سیریس ہیں، تم بتاؤ۔ انکل تمہاری دھک دھک والی لاجک کو مان لیں گے۔'' آصف اب سنجیدہ ہو چکے تھے۔ یہی حال سلطان کا بھی تھا۔

''کیوں نہیں مانیں گے بھئی، یوں بھی ہمارا

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

گھرانہ روایتی زمین داروں جیسا نہیں ہے جہاں سخت قوانین نافذ ہوں، ہم لوگ آپ کی طرح عام ہی انداز میں رہتے ہیں۔"

"تم تو برا ہی مان گئے یار۔" آصف نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"برا نہیں مانا، بس جنرل سی بات کی ہے کہ جو وڈیرہ ٹائپ ظالمانہ کہانیاں آپ کے ذہن میں ہیں، انہیں جھٹک کر حقیقت میں سب چیزوں کا موازنہ کریں آپ۔ کم از کم ہماری حویلی میں تو ایسا کچھ نہیں۔"

"اوکے بابا، اوکے۔" آصف نے صلح جو انداز میں ہاتھ اٹھائے۔ "تم بالکل صحیح کہہ رہے ہو۔ میں آؤں گا تمہاری شادی اٹینڈ کرنے، تب معلوم ہوجائے گا، تمہاری باتوں میں کتنے فی صد سچائی ہے۔"

"میں انتظار کروں گا۔" اس نے سرخم کیا۔

☆☆☆

"عون!" وہ جو دو اسٹیپ نیچے اتر گیا تھا۔ ماں کی پکار پر بے ساختہ پلٹا مگر وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھیں۔ عون نے ان کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تو گہری سانس لی۔

"جی اماں؟" وہ دوبارہ ماں کے پاس آیا۔ ان کی نگاہیں ابھی تک دور جاتے دو نفوس پر تھیں۔

"آپ وہاں کیا دیکھ رہی ہیں؟"

"تم اس شخص کو جانتے ہو؟" انہوں نے کھوئے کھوئے لہجے میں عون سے پوچھا۔

"جی میں جانتا ہوں، مگر آپ اس قدر پریشان کیوں ہو رہی ہیں؟" اس نے ماں کا یخ پڑتا ہاتھ ہاتھوں میں تھاما تو تشویش ہوئی۔

"تم گھر چلو عون! تم سے بہت اہم بات کرنی ہے مجھے۔" اس کا ہاتھ تھامتے نیچے اتریں۔

"میں پریشان ہو رہا ہوں اماں پلیز، بتایئے آپ کو کیا چیز ڈسٹرب کر رہی ہے۔" گاڑی اسٹارٹ کرتے اس نے بے چینی سے بادامی چادر کے ہالے میں مقید ماں کا دلکش چہرہ دیکھا، جہاں سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔ نہ جانے وہ کیا سوچ رہی تھیں۔ ونیزہ کی بیٹی کی تین روز بعد پہلی سالگرہ تھی، وہ انہیں شاپنگ کروانے لایا تھا مگر اب ماں کی حالت دیکھتے پچھتا رہا تھا۔

"عون!" انہوں نے بیٹے کا چہرہ دیکھا۔

"جی اماں۔"

"تم نے کہا تھا، تم اس شخص کو جانتے ہو۔" اس نے بے ساختہ سر کو اثبات میں جنبش دی۔ ماں کی آنکھوں میں چمک لہرائی تھی۔

"تو جو لڑکی تھی اس کے ساتھ، اسے بھی جانتے ہو گے؟" اس بار ماں کے انداز میں ایسا کچھ ضرور تھا جس نے عون کو الجھا دیا تھا۔ اس نے سوالیہ نگاہیں ماں کے چہرے پر جمائیں۔

"بولو عون! بتاؤ مجھے۔ تم اس لڑکی کو بھی جانتے ہو؟"

"جی اماں! وہ ان کی بیٹی ہے۔" گاڑی سڑک کنارے روکتے وہ پوری طرح ماں کی طرف مڑا، جن کا چہرہ گلابی ہو چکا تھا۔

"بیٹی...... تمہیں یقین ہے، تم نے جو رشتہ ان کے درمیان بتایا ہے وہی ہے؟"

"میں پریقین ہوں اماں! مگر آپ......"

"میری بات سنو عون!" انہوں نے اس کی بات کاٹی۔ "مجھے صرف اتنا بتاؤ، کیا کبھی تم دونوں کی باضابطہ ملاقات ہوئی، وہ لڑکی بھی تمہیں جانتی ہے؟"

اس بار وہ چند لمحوں کے لیے حیرت سے کچھ بول ہی نہیں پایا تھا۔

"بولو عون!"

"جی وہ بھی مجھے جانتی ہے۔ ہم لوگ ایک ہی کیمپس میں پڑھتے ہیں لیکن ہمارے تعلقات بالکل ایسے نہیں کہ انہیں شناسائی کا نام دیا جا سکے۔ پچھلے تین ماہ سے ہم لوگ ساتھ ہیں اس دوران بمشکل تین بار ہماری بات ہوئی ہے۔"

"نام کیا ہے اس کا؟"

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

"کس کا؟" عون نے بے ساختہ پوچھا تو وہ مسکرا دیں۔

"لڑکی کا پوچھ رہی ہوں، اس کے باپ کا نام تو فراز ہے غالباً۔"

"جی فراز ہی ہے ان کا نام۔" عون نے گہری سانس لیتے خود کو پرسکون کیا۔ ماں نے نام بتایا تھا تو وہ یقیناً انہیں جانتی ہوں گی۔

"ام رباب نام ہے ان کی بیٹی کا۔"

"ام رباب۔" انہوں نے زیر لب دہرایا پھر بیٹے کا چہرہ دیکھا۔ "عون! آج میں تم سے کچھ مانگنے جا رہی ہوں، انکار تو نہیں کرو گے؟"

"اماں پلیز، آپ حکم کریں۔" عون نے تڑپ کر ان کا ہاتھ تھاما۔

"وعدہ کرو جو میں کہوں گی، وہی کرو گے اور اس کی وجہ بھی نہیں پوچھو گے۔" انہوں نے عون کا ہاتھ اپنے سر پر رکھا جو اس نے کھینچ لیا۔

"وعدہ کرتا ہوں، آپ حکم کریں۔" اس نے بنا سوچے سمجھے وعدہ کر دیا۔

"تم ام رباب سے نکاح کرو گے۔"

عون کا چہرہ بے رنگ ہوا (اماں یہ کیا کہہ رہی ہیں؟)

"وہ بھی عدالتی نکاح، جس کی خبر اس کے باپ کو نہ ہو۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں دوسروں کی خوشیاں چھیننے والے جب اپنی خوشیوں کو ماتم میں بدلتے دیکھتے ہیں تو کیسے لگتے ہیں۔ تم وعدہ کر چکے ہو، وجہ نہیں پوچھو گے۔"

عون جو چند لمحوں بعد کچھ بولنے کے لیے پر تول رہا تھا، بے ساختہ لب بھینچ لیے۔

"تم اس لڑکی کو بیوی بنا کر لاؤ گے، وہ بھی اس کے باپ کی مرضی کے خلاف۔ اب تم یہ کیسے کرو گے یہ میں نہیں جانتی۔"

☆☆☆

"بہت عرصے بعد ملاقات ہو رہی ہے آپ سے۔" تیمور اور آصف کی تین برس بعد اتفاقیہ ملاقات شاپنگ مال میں ہوئی تو آصف اسے کافی پلانے لے آئے۔

"تمہیں دیکھ کر اچھا لگ رہا ہے تیمور! کافی ہینڈسم لگ رہے ہو یار!" آصف نے برملا تعریف کی تو وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"تعریف کے لیے شکریہ۔ آپ کہاں غائب رہے اتنا عرصہ؟"

"سعودیہ چلا گیا تھا فیملی کے ساتھ۔ تم بتاؤ شادی کر لی یا نہیں؟"

"کر لی ہے۔"

"واؤ، گڈ۔ لو یا ارینج؟ بچے بھی ہیں اور سلطان کا بتاؤ۔ اس کے گھر کوئی مہمان آیا یا نہیں؟" ان کے لہجے میں اشتیاق تھا۔ تیمور مسکرا دیا۔

"ٹوٹلی ارینج میرج۔ بابا سائیں کی پسند، ایک بیٹا ہے، ولید نام ہے اس کا اور بھائی کے ہاں ننھی سی گڑیا آئی ہے۔"

"ماشاءاللہ، بہت مبارک ہو تمہیں۔ میں جیسے ہی واپس آؤں گا تو گاؤں ضرور آؤں گا ان شاءاللہ۔ ویسے تم مجھے خود غرض تو نہیں سمجھو گے اگر میں تم سے کچھ اور مانگوں تو؟"

"بالکل نہیں بلکہ یہ میری خوش نصیبی ہوگی کہ میں آپ کے کسی کام آ سکوں۔" اس کے لہجے میں خلوص تھا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ یہاں میرا کزن اسکول چلا رہا تھا، اب وہ باہر شفٹ ہو رہا ہے تو وہ اسکول اس نے مجھے ہینڈ اوور کر دیا ہے۔ میں سوچ رہا تھا یہ ہفتہ دس دن کوئی قابل بھروسا انسان ہوتا جو میرے بعد معاملات سنبھال لیتا اور اب تم مل گئے ہو تم سے قابل بھروسا انسان مجھے کہاں ملے گا۔"

"میں سنبھال لوں گا، بس بابا سائیں سے بات کر لوں۔"

"ٹھیک ہے، یہ میرا نمبر۔" انہوں نے وزیٹنگ کارڈ میز پر تیمور کے سامنے رکھا پھر کچھ یاد آنے پر تیمور کا جھکا چہرہ دیکھا وہ کارڈ والٹ میں رکھ رہا تھا۔

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

''ویسے تمہاری دھک دھک کا سناؤ، کیا بنا، ردھم بدل گئی یا نہیں؟'' ان کے انداز میں شرارت محسوس کرتے تیمور مسکراتے ہوئے کھڑا ہوا۔

''ابھی ایسا کوئی ملا ہی نہیں جسے دیکھ کر دھڑکن ردھم بدلے۔'' گلاس ڈور دھکیل کر پارکنگ کی طرف جاتے تیمور کے جواب پر آصف کے قدم رکے۔ انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے تیمور کی طرف دیکھا۔

''فروا چاچی کی وفات کے بعد مستقل ہمارے ہاں آ گئی تھی اور ایک روز بابا نے سادگی سے نکاح کا بتا دیا بس۔''

''تم سے پوچھا بھی نہیں۔''

''نہیں۔ صرف بتایا تھا ویسے بھی میری زندگی میں کوئی اور تو تھا نہیں تو فرواسب کو پسند تھی۔ کزن ہے، بچپن سے جانتا ہوں اور اب تو ماشاءاللہ میرا بیٹا بھی ہے۔ آپ اس سے مل کر یقیناً خوش ہوں گے۔''

''ضرور۔'' آصف نے اس کا شانہ تھپکا۔ ''اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔ کل ضرور اس پتے پر پہنچ جانا۔''

☆☆☆

''ام رباب سے نکاح وہ بھی اس کے والد کی مرضی کے خلاف...... اف۔'' عون نے کراہ کر بال مٹھیوں میں جکڑے۔ پچھلے تین روز سے ماں نے اسے کس آزمائش میں مبتلا کر دیا تھا۔ بیڈ پر چاروں شانے چت پڑا، وہ چھت کو گھور رہا تھا۔

''رباب فراز......'' پلکیں موندتے زیر لب دہراتے اس نے رباب کو گویا تصور میں دیکھنا چاہا جس میں اسے بری طرح ناکامی ہوئی تھی۔ سوائے اس کی لمبے گھنے بالوں کی چوٹی کے اسے کچھ یاد نہیں آیا تھا۔

''جو ہوگا دیکھا جائے گا۔'' وہ اٹھ کر الماری کی طرف آیا۔ اسے اچھا سا تیار ہو کر یونیورسٹی جانا تھا۔ شیو کرنے اور شاور لینے کے بعد بلو جینز اور سرمئی رنگ کی شرٹ میں بالوں کو سلیقے سے سنوارتے اس نے خود کو او کے کیا۔

آج حالات عون کے فیور میں تھے کیونکہ سحرش چھٹی پر تھی۔ رباب کینٹین میں تھی جب اس نے انگلی سے میز بجاتے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ رباب نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا جبکہ وہ اطمینان سے اس کے سامنے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

''کیسی ہو تم؟'' انداز دوستانہ تھا (گندمی عام سا چہرہ تھا)

''کیا آج تم نشے میں ہو؟'' رباب کے لہجے میں اس قدر بے یقینی تھی کہ وہ بے ساختہ دھیمے سے ہنس دیا۔

''الحمدللہ، میں پکا مسلمان ہوں۔ حرام چیزوں کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ تمہیں کیوں شک گزرا کہ میں نشے میں ہوں۔'' محظوظ نظروں سے اسے دیکھا

''تم نے آج میرا حال پوچھا ہے اسی لیے۔'' نوٹس اور بیگ اٹھاتے سنجیدگی سے جواب دیتے اس کا رخ کینٹین کے دروازے کی طرف تھا۔ عون بھی پیچھے لپکا۔

''ایکچوئلی وہ کیا ہے نا، مجھے تم سے ایک اہم معاملے پر بات کرنی ہے۔'' اس کے ہم قدم ہوتے وہ سنجیدہ تھا۔ رباب کا رخ سرسبز قطعے کی طرف تھا جو رباب کے ساتھ خود عون کا بھی پسندیدہ مقام تھا۔

''تم شاید مجھے حیرت کے جھٹکے دے کر مارنا چاہتے ہو مگر تمہیں جان لینا چاہیے میرے اعصاب خاصے مضبوط ہیں۔''

ہموار لہجے میں کہتے وہ گھاس پر بیٹھ گئی۔ عون کھڑا رہا تو مجبوراً اسے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنا پڑا۔

''مجھ سے شادی کرو گی؟'' رباب کے ''کیا؟'' پر جو سوال آیا اس نے رباب کو شاکڈ کر دیا۔

''ول یو میری می؟'' گھٹنا موڑ کر پنجوں کے بل رباب کے سامنے بیٹھا ایک ادا سے ہاتھ پھیلائے وہ کسی ہیرو سے کم تھوڑا ہی لگ رہا تھا۔

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ جاؤ اور اپنا علاج کرواؤ۔'' رباب نے دانت پیس کر کہا۔

''میں ٹھیک ہوں، دماغ بھی ٹھیک ہے اور جو

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

کچھ کہہ رہا ہوں، پورے ہوش و حواس میں کہہ رہا ہوں۔"

"وجہ......؟ کیوں شادی کرنا چاہتے ہو؟"
رباب نے چبا چبا کر اس کی سرمئی مغرور گہری آنکھوں میں دیکھا۔

"محبت (اللہ مجھے معاف کرے) محبت کرنے لگا ہوں تم سے۔ (تم دنیا کی آخری لڑکی ہو، میں تو تب بھی تم سے محبت نہ کروں۔ اونہہ) اور میرا خیال ہے جن سے ہمیں محبت ہو انہیں زندگی میں شامل کر لینا چاہیے (اور تم جیسی بد دماغ لڑکی سے محبت کرنے سے اچھا ہے، میں اس پہاڑی سے محبت کرلوں)۔"

رباب نے بغور اس کا چہرہ دیکھا' جس کے الفاظ اس کے تاثرات سے قطعی متضاد تھے۔

"عون!" رباب نے اسے مزید ڈائیلاگ بولنے سے ہاتھ اٹھا کر روکا۔ وہ چپ ہوا پھر سوالیہ نگاہوں سے رباب کو دیکھا۔ "کافی ہو گیا، اب یہاں سے جاؤ۔ ایسا نہ ہو پہلے روز والا سین پھر سے ری وائنڈ ہو جائے۔"

"تم سمجھتی ہو، میں ڈرتا ہوں تم سے۔" عون نے دانت پیسے۔

"یہی ہے تمہاری اصلیت۔" وہ استہزائیہ مسکرائی۔ عون چونکا۔ "تم میرے سامنے ڈائیلاگ بولتے ہوئے شاید بھول رہے تھے کہ تم کس سے مخاطب ہو۔ آئندہ دھیان رکھنا، میں ایسی فضول باتوں میں آنے والی لڑکی نہیں ہوں۔ مجھ پر ٹائم ویسٹ مت کرو۔" عون اس کے لہجے کی چٹخی اور سادگی پر ایک پل کے لیے متاثر ہوا پھر سر جھٹک کر کھڑا ہو گیا۔

"ابھی تو میں جا رہا ہوں، واپسی پر تم سے اپنے سوال کا جواب لوں گا۔"

☆☆☆

"تم نے بات کی تھی رباب سے؟" اس شام وہ گھر آیا تو رات کے کھانے پر ماں نے پہلا سوال یہی پوچھا تھا۔ اس نے ہاتھ روک کر باپ کے بعد ماں کا چہرہ دیکھا۔

"آپ نے بابا سے بات کر لی؟"

"ابھی کر لیتے ہیں۔" انہوں نے اطمینان سے بیٹے کے بعد شوہر کی طرف دیکھا۔

"اگر عون شادی کر لے تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا۔"

"نہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں بلکہ خوشی ہو گی۔" عون نے بے چینی سے باپ کا مطمئن انداز دیکھا (کاش بابا ہی اعتراض کر دیتے)

"اب تم بتاؤ، بات کی تم نے؟"

"جی۔" ہاتھ میں پکڑا لقمہ واپس پلیٹ میں رکھتے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں پھنساتے وہ سنجیدہ تھا۔

"تو کیا جواب دیا اس نے؟"

"میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا اماں! ہمارے آپس کے تعلقات بالکل دوستانہ نہیں ہیں۔ وہ میری شکل تک دیکھنا پسند نہیں کرتی۔ (کاش اماں کو یہی بات بری لگ جائے) اب ایسے میں آپ خود سوچیں، وہ کیسے مان لے گی میری بات (آپ نہیں جانتیں، یہ بات منوا کر آپ اپنے بیٹے کو کس جہنم میں دھکیلنے جا رہی ہیں)۔"

"جو بھی جیسے بھی ہو عون! تم رباب سے نکاح کر کے اسے یہاں لاؤ۔" عون نے مدد طلب نگاہوں سے باپ کی طرف دیکھنا چاہا مگر نگاہ سامنے دانیال کی چہرے سے ٹکرائی تو چونکا۔

"وہاں کیوں کھڑے ہو یار؟" عون اٹھ کر دانیال کی طرف بڑھ گیا۔ "کب آئے؟" اماں اور بابا سائیں نے بھی پلٹ کر دونوں کی طرف دیکھا۔

"میں تھوڑی دیر ہوئی آیا ہوں۔" عون کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر آتے اس کا لہجہ پھیکا سا تھا۔

"السلام علیکم تایا ابو۔"

"وعلیکم السلام، کیسا ہے میرا جوان؟"

"الحمدللہ، ٹھیک ہوں۔ مجھے بابا سائیں نے

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

بھیجا تھا۔"

"مجھے یاد ہے بیٹے، تمہارا باپ سمجھتا ہے میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو یادداشت کمزور ہو گئی ہے میری۔" وہ نرمی سے مسکرائے تو دانیال بھی مسکرا دیا۔

"تو کیا جواب دوں انہیں؟"

"کل مل کر بتاتا ہوں اسے، ویسے بھی میری فون پر بات ہو گئی تھی۔ اگلی پارٹی سے ان شاء اللہ مثبت جواب ملے گا، اس سے کہنا، پریشان مت ہو۔"

☆☆☆

"ام رباب! میں نے چند روز قبل تم سے ایک سوال کیا تھا؟ پھر کیا سوچا تم نے؟" وہ اس کے سامنے پورے قد سے کھڑا جواب مانگ رہا تھا۔ رباب نے سنجیدگی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"کہیں بیٹھ کر بات ہو سکتی ہے۔" عون نے سر ہلاتے قدم بڑھائے تو رباب نے بھی اس کی پیروی کی۔ ان کا رخ یونی لان کی طرف تھا۔ عون نے جینز کے ساتھ لائٹ گرین پوری آستین کی شرٹ پہنی ہوئی تھی جبکہ رباب کے لباس میں دھانی لانگ شرٹ دوپٹہ کے ساتھ ٹراؤزر تھا۔ دائیں شانے پر دوپٹہ جبکہ بائیں جانب لمبے بالوں کی فرنچ چوٹی پڑی تھی۔ گندمی رنگت سونے کی مانند دمکتی تھی۔ سیاہ نازک سی سینڈل میں مقید نازک سے پاؤں عون کے ہم قدم تھے۔ ان کے اطراف سے گزرتے اسٹوڈنٹس نے دونوں کو دوستانہ انداز میں ہم قدم دیکھ کر اوہ کے انداز میں ہونٹ سکیڑے لیکن پرواہ دونوں کو ہی نہ تھی۔ سنگی بنچ کے قریب عون نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر تھوڑے فاصلے پر خود بھی ٹک گیا۔

"اب بتاؤ کیا سوچا تم نے؟"

"پہلے تم بتاؤ۔ تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہو جبکہ تمہیں میری شکل سے بھی غالباً نفرت ہے اور ایسا ہی حال کچھ میرا بھی ہے۔" رباب کے سنجیدہ سے سوال پر عون نے بمشکل مسکراہٹ چھپائی پھر چہرہ سپاٹ کرتے رباب کا چہرہ دیکھا۔

"میں مانتا ہوں، ایسا ہی تھا۔" اس نے تھا پر زور دیا۔ "لیکن تم جانتی ہو حالات ہمیشہ ایک سے نہیں رہتے۔ لازمی نہیں کہ جن سے نفرت ہو، ان سے محبت نہیں ہو سکتی۔"

"تو تمہارے کہنے کا مطلب ہے تمہیں میں اچھی لگنے لگی ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے عون کی گہری سرمئی آنکھوں میں دیکھا۔ چہرے کی رنگت گلابی مائل تھی۔ دلکش مغرور نقوش اور تازہ شیو کی نیلاہٹیں۔ "کیا ایسا ہی ہے؟" اس کا لہجہ چبھتا ہوا تھا، عون بے ساختہ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"نہیں یار!" اب عون کی پشت رباب کی طرف تھی، وہ اس کے تاثرات نہیں دیکھ پا رہی تھی۔ عون نے رخ موڑے ہی بات جاری رکھی یوں گویا اسے ڈر تھا وہ اس کے تاثرات سے دل کا حال جان لے گی۔ "محبت کرتا ہوں۔"

"میری صرف ایک بات کا جواب دو عون!" ام رباب اس کے سامنے آ رکی۔ "تم مجھ سے شادی کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"اگر میں کہتا ہوں کہ تم سے محبت ہے تو تم یقین نہیں کرتیں۔ اسی لیے جو تمہارا دل کہے وہی سچ سمجھ لو مگر شادی کے لیے ہاں کہہ دو۔" عون اس قدر اطمینان سے کہہ رہا تھا گویا چاکلیٹ لینے کی بات کر رہا ہو۔

"مگر اہم سوال یہ ہے کہ کیوں؟ کیوں شادی کے لیے ہاں کہوں۔ حقیقت جاننے کے باوجود؟" (اتنی معصوم تو وہ بھی نہیں تھی نا کہ ایسی باتوں میں آ جاتی)۔

"میں آپ کی کسی بات میں آنے والی نہیں ہوں مسٹر عون! آپ کو جان لینا چاہیے، مجھے عام لڑکیوں کی طرح فیری ٹیلز پسند نہیں۔ اس لیے آئندہ مجھ سے بھول کر بھی اس موضوع پر بات مت کیجیے گا۔" اس کا انداز دھمکاتا ہوا تھا۔

"او کے۔" عون نے گہری سانس لی۔ "وعدہ رہا ام رباب! شادی تو میں تم سے ہی کروں گا۔ شاید تم نے سنا ہو، محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔"

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

ضدی لہجے میں کہتے اس نے انگلی سے رباب کی طرف اشارہ کیا۔

وہ اس کی جرأت پر چند پل کے لیے ساکت رہ گئی پھر سرخ چہرے سے بولی۔

''اور میرا بھی تم سے وعدہ ہے عون حدید! میں جان......''

''او شٹ اپ۔'' اس سے قبل کہ وہ جملہ مکمل کرتی، عون نے جھٹکے سے پلٹ کر اسے خفگی سے ٹوکا۔ (ایک پل کے لیے تو رباب بھی ڈر گئی)

''مجھے سخت نفرت ہے اس ڈائیلاگ سے، جان دے دوں گی مگر تم سے شادی نہیں کروں گی۔ آئندہ مجھ سے بات کرتے ہوئے اپنے الفاظ اور لہجے پر کنٹرول رکھنا۔ بہت دیکھ لی میری نرمی، صرف چند دن اور انتظار کرلو۔ تم اپنی مرضی سے میری بیوی بن کر آؤ گی میرے گھر۔ صرف چند دن......''

خفگی سے کہتے وہ تیز قدموں سے چلتا وہاں سے ہٹ گیا جبکہ ام رباب ساکت سی اس کی پشت دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆

وہ الجھی ہوئی سی گھر میں آئی تو وہاں ایک اور ٹینشن منتظر تھی۔ اس کے والدین کے درمیان پھر سے جھگڑا ہو رہا تھا۔ زبانی کلامی گولہ باری دونوں طرف سے ہو رہی تھی۔ رباب پر نگاہ پڑی تو دونوں چپ ہوگئے۔ ماں نے اسے دیکھتے ہی رخ موڑ لیا جبکہ پپا مسکرا دیے۔

''میرا بچہ۔'' لیکن رباب نہیں مسکرائی۔ دل میں باپ کے والہانہ انداز پر کوئی خوشی نہیں جاگی تھی۔ چار بہن بھائیوں میں اس کا نمبر پہلا تھا۔ پپا کو اس سے جس قدر محبت تھی، ماں کو اسی قدر چڑ۔

''پپا! آج کس وجہ سے لڑائی ہوئی ہے؟'' بمشکل قدم اٹھاتے وہ قریب آئی۔

''کوئی بھی وجہ نہیں ہے بیٹے! تمہیں تو معلوم ہے تمہاری ماں کو بلاوجہ جھگڑنے کی عادت ہے۔'' ان کا انداز ٹالنے والا تھا مگر آج وہ ٹلنے والی نہیں تھی۔ اسی لیے ماں کی پشت دیکھی (ان کی ناراضی سے رباب کی جان پر بن جاتی تھی)

''مما!'' اس نے شکستگی سے پیٹھ موڑے بیٹھی نورین کو پکارا۔ ''مجھے بتائیں کیا ہوا ہے آج؟'' رباب نے ان کے قدموں میں بیٹھتے گھٹنا چھوا۔

''اس روز روز کے جھگڑے اور فساد کی جڑ تم اور تمہارا باپ ہے رباب!'' انہوں نے بے دردی سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔ جہاں رباب کا چہرہ پھیکا پڑا، وہیں فراز نے بمشکل خود پر کنٹرول کیا۔

''میری بیٹی کے ساتھ ایسا سلوک کرنے والی تم ہوتی کون ہو؟ نام مت لو اس کا۔''

''کیوں نام نہ لوں؟'' نورین چلائیں۔ ''آج میں تمہارے کرتوت بتا کر رہوں گی، تمہاری چہیتی بیٹی کو۔''

''نورین بیگم! اگر تم نے ایسا کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔''

''پپا پلیز، مما کو بولنے دیں۔ مجھے آج اس روز روز کے جھگڑے کی وجہ جاننا ہے۔''

رباب کا لہجہ ملتجی تھا۔ نورین نے فراز کے ضبط سے سرخ پڑتے چہرے اور بند مٹھیوں کو دیکھا پھر رباب کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھ گئیں۔

''چلو، آج میں بتاتی ہوں تمہیں حقیقت۔'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر کمرے میں لے گئیں جبکہ فراز سر ہاتھوں پر گرا کے صوفے پر نڈھال بیٹھے تھے، ایک کم ظرف عورت کو سنبھالتے سنبھالتے وہ تھک گئے تھے۔

☆☆☆

اگلے روز تیمور، آصف کے دیے گئے پتے پر پرنسپل آفس میں موجود تھا۔

''انکل نے کوئی اعتراض تو نہیں کیا، تمہارے یہاں آنے پر؟'' چائے منگواتے وہ تیمور کی طرف متوجہ ہوئے۔

''نہیں، انہیں کوئی اعتراض نہیں تھا ویسے بھی سلطان بھائی نے کہا کہ وہ میری غیر موجودگی میں معاملات سنبھال لیں گے۔ وہ تو خود آپ سے ملنے

PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

آنا چاہتے تھے مگر بھابھی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔"

"اللہ خیر، کیا ہوا انہیں؟"

"موسمی بخار ہے۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔"

"میں تمہیں اسٹاف سے متعارف کرواتا ہوں۔" کہتے ہوئے پیون کو بلایا پھر سارے اسٹاف کو اسٹاف روم میں آنے کا کہا۔ اگلے پانچ منٹ میں وہ لوگ اسٹاف روم میں تھیں۔ "چند دنوں کے لیے پرنسپل کی ذمہ داریاں تیمور سنبھالیں گے۔"

آصف بھائی نے ایک نظر سب پر ڈالتے متعارف کروایا۔

"مس ماہین آج چھٹی پر ہیں بلکہ اگلے دو تین روز تک وہ غیر حاضر رہیں گی، ان کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔ مجھے امید ہے قائم مقام پرنسپل اور تمام اسٹاف ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرے گا۔" ان کا انداز دوستانہ تھا۔

"آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا ان شاء اللہ۔" سینئر ٹیچر اسد اللہ صاحب نے پُریقین انداز میں کہا تو آصف نے سر ہلایا۔

☆☆☆

میٹرک کے ایگزامز کی ڈیٹ شیٹ آ چکی تھی، تیمور جاں فشانی سے سب کچھ سنبھال رہا تھا تو ٹیچرز بھی بچوں کے ساتھ مصروف تھے لیکن مسئلہ میتھ کی ٹیچر ماہین کا تھا جو مسلسل پانچ روز سے غیر حاضر تھیں اور ان کی جگہ تیمور کو کلاسز لینی پڑ رہی تھیں (اسکول کا رول تھا، بچوں کو ایگزامز سے صرف دو روز قبل اسکول سے رخصت کیا جاتا تھا، بمع رول نمبر سلیبس کے) چھٹے روز وہ جھنجلا گیا۔ مس ماہین کا نمبر لیتے اس نے کال ملائی اور انہیں اسکول آنے کے لیے کہا۔

"سوری سر! دراصل میری طبیعت ٹھیک نہیں۔" شرمندہ سا لہجہ تھا۔

"آپ کو مارجن دیا جاسکتا تھا لیکن حالات اجازت نہیں دے رہے۔ میتھ میں پڑھا رہا ہوں آپ کی جگہ مگر نائنتھ اور ٹینتھ کے بچوں کو سائنس آپ کوہی پڑھانی ہے۔ آپ سمجھ رہی ہیں نا۔"

"جی سر۔"

"تو کل آپ شارپ نائن او کلاک اسکول میں موجود ہوں، اللہ حافظ۔"

☆☆☆

پچھلے ہفتے سے رباب اور عون میں کسی بھی موضوع پر بات نہیں ہوئی تھی۔ عون نے پہلے کی طرح ہی رباب سے لاتعلقی اختیار کر رکھی تھی جبکہ وہ مطمئن تھی کہ اس نے عون کے ہوش ٹھکانے لگا دیے تھے۔

چھٹی کے وقت رباب سحرش کے ساتھ گیٹ کی طرف جا رہی تھی جب عون فون پر بات کرتے ان کے قریب سے گزرا تب ہی عون کے قریب سے چار لڑکوں کا گروپ گزرتے ہوئے عون سے ٹکرا گیا۔ وہ لڑکھڑا کر رباب سے ٹکرایا اور وہ سحرش سے جو گر گئی تھی عون کا فون بھی گر چکا تھا۔ اس نے کھا جانے والی نگاہوں سے ان لڑکوں کی طرف دیکھا جو معذرت خواہانہ انداز میں بھی لڑکیوں کو دیکھ رہے تھے اور بھی عون کو۔ رباب نے سحرش کا ہاتھ تھام کر اسے کھڑا کیا۔

"ایم سوری یار۔" علی نے عون سے معذرت کرتے رباب کے ساتھ سحرش کی طرف دیکھا۔

"رئیلی سوری مس سحرش۔"

"آنکھیں کھلی رکھا کرو۔" عون نے خفگی سے کہا پھر رباب پر نگاہ ڈالی جو اپنا کندھا سہلا رہی تھی۔

"تم ٹھیک ہو، چوٹ تو نہیں آئی۔" رباب نے خفگی سے اس کی طرف دیکھا۔

"تم گوشت پوست کے ہی انسان ہو یا فولاد کے؟" لہجہ خفگی سے بھرپور تھا۔

"شکر کرو، ابھی تو میں نے اپنا توازن برقرار رکھا ورنہ جب پانچ لڑکے تم سے ٹکراتے تو لگ پتا جاتا تمہیں۔" جواباً اس نے بھی خفگی سے ہی جواب دیا۔

"بڑا احسان کیا میری ذات پر، چلو سحرش۔" وہ گیٹ کے سامنے بائیک پر بیٹھے، فراز نظر آئے تو خفگی سے کہتے قدم ان کی طرف بڑھائے۔

"رباب! وہ لڑکا کون تھا بیٹا جو تمہارے ساتھ

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

گیٹ تک آیا تھا۔'' واپسی پر فراز نے سب سے پہلے رباب سے یہی سوال کیا تھا۔

''کلاس فیلو ہے۔'' اس نے لاپروائی سے جواب دیا۔

''نام کیا ہے اس کا؟'' فراز کے لہجے میں بے چینی سی تھی مگر رباب نے محسوس ہی نہیں کیا۔ وہ رغبت سے چاولوں پر دال ڈال کر مزے سے کھاتی رہی۔

''عون حدید۔''

''آئندہ تم اس سے دور رہنا رباب۔'' فراز کے لہجے میں ایسا کچھ چونکانے والا تھا جس نے نورین کے ساتھ اسے بھی چونکایا تھا اس نے ٹھٹک کر ان کا چہرہ دیکھا۔

''کیوں پاپا؟''

''صرف میرا کہنا کافی نہیں ہے جو سوال جواب کی نوبت آئی؟'' وہ غصہ سے بولے۔ وہ ساکت رہ گئی جبکہ نورین نے استہزائیہ مسکراہٹ چہرے پر سجائی۔

''یہی کسر رہ گئی تھی، صرف یہی رہتی تھی عتاب کا نشانہ بننے سے۔ یہ رسم بھی پوری ہوئی۔''

''تم چپ رہو۔ یہ ہمارا باپ بیٹی کا معاملہ ہے۔'' خفگی سے کہتے فراز اٹھ کر باہر نکل گئے۔

☆☆☆

کوریڈور سے گزرتے تیمور نے نائنتھ کلاس میں وائٹ بورڈ کے سامنے کھڑے وجود کو دیکھا جس کی پشت تیمور کی طرف تھی۔ وہ آگے بڑھ گیا (خلاف معمول آج وہ لیٹ ہو گیا تھا)۔

''نائنتھ اے میں کون سی ٹیچر ہیں؟'' پرنسپل آفس آتے ہی پیون کو بلا کر پوچھا۔

''مس ماہین ہیں سر جی۔'' کف موڑتے تیمور کے ہاتھ ٹھٹکے، سر اٹھا کر پیون کو دیکھا۔

''وہ کب آئیں؟''

''صبح ہی آ گئی تھیں جی۔''

''ٹھیک، وہ جیسے ہی فارغ ہوں، انہیں میرے پاس بھیجیں۔'' سراج سر ہلاتے پلٹ گیا اور اگلے پندرہ منٹ بعد دروازے پر آہستہ سے دستک دی گئی تو یس کہتے سر اٹھایا۔ دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہونے والی ہستی پر نگاہ اٹھی تو پھر پلٹنا بھول گئی۔ گندمی چہرہ، جس میں پوری کائنات کی دلکشی سمٹ آئی تھی۔

تیمور ٹرانس کی سی کیفیت میں کھڑا ہوا۔ ماہین نے کھڑے ہوتے لمبے چوڑے وجود کو دیکھا تو نروس ہوتے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی شیشے کی میز کے اس پر سامنے آ رکی۔

''السلام علیکم سر!'' پلکیں جھکائے سلام کیا تو تیمور چونکا۔ سی گرین سوٹ میں ملبوس وہ پیاری سی گڑیا جیسی لڑکی جس کی غلافی آنکھوں پر گھنی لانبی پلکیں سایہ فگن تھیں۔ ستواں ناک اور شخصیت میں ایک وقار تھا۔

''سوری سر! میں اتنے دن غیر حاضر رہی۔''

''کوئی بات نہیں، بیٹھیے آپ۔'' سنبھل کر بہت نرمی اور اپنائیت سے کہا تو بھاگم بھاگ دوڑتی دھڑکنوں کے راگ نے گویا کسی انہونی کا پتا دیا۔

''کیسی ہیں آپ مس ماہین؟'' اس کے مقابل کرسی سنبھالتے وہ نہ جانے کیوں اس قدر ہلکا پھلکا اور فریش محسوس کر رہا تھا خود کو۔ (ماہین کے ساتھ مس نے اسے پرسکون کر دیا تھا) ماہین نے نگاہ اٹھائی تو مقابل کے وجیہہ چہرے پر انوکھی چمک دیکھتے دل بے ساختہ دھڑک اٹھا تو گھبرا کر نگاہیں جھکا لیں۔

تیمور کو یہ ادا اچھی لگی۔ ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا کر میز پر رکھتے، جھکی لرزتی پلکوں کو بہت دلچسپی سے دیکھا۔

''کیسی ہیں آپ؟''

''میں ٹھیک ہوں سر۔'' مقابل کی نگاہوں کی گرمی اپنے چہرے پر محسوس کرتے کپکپاتے ہاتھوں کو آپس میں جکڑا۔

''تیمور...... ملک تیمور احمد۔'' متبسم سے لہجے پر ماہین نے نگاہ اٹھائی۔ گلابی مائل چہرے پر ہلکی بڑھی ہوئی شیو میں وہ بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔ ماہین کو اعتراف کرنا پڑا۔

W.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

"اب میں جاؤں سر؟" ماہین اٹھ کھڑی ہوئی، اس شخص کی نگاہوں میں مچلتے جذبوں کا سامنا کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

"ابھی نہیں، بیٹھیے آپ۔" تیمور کے لہجے میں سنجیدگی در آئی۔ ماہین واپس بیٹھ گئی۔

"پرسوں آصف بھائی واپس آجائیں گے، میں نے ان کی غیر موجودگی میں صرف چند روز کے لیے اسکول کا چارج سنبھالا ہے۔ جیسے ہی بھائی واپس آئیں گے، میں واپس چلا جاؤں گا۔" ماہین نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا، نگاہ اٹھی تو پھر تیمور کی نگاہوں سے الجھ کر رہ گئی۔

"میں یہاں کا رہائشی نہیں ہوں۔ گاؤں میں بابا سائیں، بھابھی کے علاوہ میری مسز اور ایک بیٹا بھی ہے۔"

اس اعتراف نے نہ جانے کیوں ماہین کی آنکھوں میں چبھن پیدا کی تھی۔

"میں جاؤں سر۔" وہ بے چینی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ جاسکتی ہیں مس ماہین!" تیمور کہتے ہوئے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ماہین نے نگاہ اٹھائی تو ساکت رہ گئی۔ تیمور اس کے لیے دروازہ کھولے کھڑا تھا۔

☆☆☆

"ایک بات پوچھوں سحرش!" ام رباب نے تنکا نوچتے نوٹس میں سر دیے بیٹھی سحرش کو متوجہ کیا۔

"ہاں پوچھو۔" اس نے مصروف سے انداز کیا۔

"کسی کو سزا دینے کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں کیا؟" سحرش نے ٹھٹک کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"کیا مطلب؟ کیسی سزا اور کیسے اصول؟" وہ الجھی۔

"میں اپنے باپ کو سزا دینا چاہتی ہوں۔" رباب کے لہجے اور چہرے پر سرد لہر اتر آئی تھی۔ سحرش حیران رہ گئی۔

"انکل کو، مگر کیوں؟" لیکن اس سے قبل کہ وہ کچھ بتاتی، علی نے رباب کو پیغام دیا، پرنسپل صاحب نے اسے آفس میں بلایا تھا، سحرش بدمزا ہوئی۔

"میں آتی ہوں۔" رباب پرنسپل آفس کے قریب پہنچی تو وہ خود ہی باہر آگئے۔

"جی سر! آپ نے مجھے بلایا تھا؟"

"آپ سے کوئی ملنے آیا ہے بیٹا۔ آپ بات کرلیں، میں تھوڑی دیر میں جوائن کرتا ہوں آپ کو۔" سر تھپک کر آگے بڑھ گئے۔

رباب نے پرسوچ نگاہوں سے ان کی پشت دیکھی پھر گہری سانس لیتے اندر داخل ہوگئی۔ سر کی میز کے مقابل گلاس ٹیبل کے پار وہ کوئی صاحب تھے جو سفید شلوار سوٹ میں ملبوس سیاہ ویسٹ کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ کھٹکے کی آواز پر گردن موڑ کر آنے والے کو دیکھا تو بے ساختہ کھڑے ہوئے۔ رباب بھی چند قدموں کا فاصلہ طے کرتی ان کے سامنے دو قدم کے فاصلہ پر آرکی۔

"بیٹھ جاؤ بیٹا!" ان صاحب نے نرمی سے کہا۔ ایسی ہی نرمی ان کی نگاہوں میں بھی تھی، وہ محبت سے اسے دیکھ رہے تھے۔ کرسی پر بیٹھتے رباب نے ان کی طرف دیکھا، ان کے نقوش جانے پہچانے سے لگ رہے تھے۔ چہرے کی گلابی رنگت، مغرور ناک وہ چونکی (ذہن میں ایک دم کچھ کلک ہوا) تو چہرے نے تیزی سے رنگ بدلا۔

ان صاحب نے بھی سی گرین اور گلابی کنٹراسٹ دوپٹہ شرٹ میں ملبوس اس نازک سی لڑکی کے تاثرات بدلتے دیکھے تو سنبھل کر مسکرائے۔

"آپ ام رباب ہیں بیٹا۔"

"جی......" وہ آہستہ سے بولی۔ "آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟"

"میں عون کا چچا ہوں۔" انہوں نے دھیمے سے لہجے میں بتایا مگر رباب خاموش رہی، البتہ نگاہوں کا زاویہ بدل چکا تھا۔ اب اس کی نگاہوں کا مرکز وال کلاک تھا، انہوں نے چند لمحے اس کے بولنے کا

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

انتظار کیا مگر وہ کچھ نہیں بولی تو خود ہی پوچھ لیا۔

"آپ پوچھیں گی نہیں، میں کیوں ملنے آیا ہوں آپ سے۔" اس بار رباب نے نگاہ موڑ کر ان کی طرف دیکھا۔

"مجھے یہ جاننے میں دلچسپی نہیں ہے، دو منٹ ہیں آپ کے پاس، جو کہنا ہے کہہ دیں۔ مجھے کلاس لینی ہے۔" وہ اتنی روڈ کبھی بھی نہیں تھی جتنی اس وقت خود کو ظاہر کر رہی تھی۔

"آپ سوچ رہی ہوں گی، میں شاید آپ کو یہاں عون سے شادی کے لیے کنوینس کرنے آیا ہوں مگر بیٹا! ایسی بات نہیں ہے۔"

"تو پھر؟"

"تو پھر یہ کہ آپ عون سے شادی مت کرنا۔" رباب بے ساختہ کھڑی ہوئی۔

"جی......" وہ چونکی۔

"تمہیں میری بات سن کر حیرانی ہوئی؟" وہ بھی اس کے مقابل کھڑے ہوئے۔ "لیکن بچے میں دل سے چاہتا ہوں، آپ عون سے شادی مت کرنا۔"

"اور آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں؟"

"وہ میرا بھتیجا ہے، اسے اچھی طرح جانتا ہوں میں وہ اپنے دل کی ایما پر تم سے شادی کرنے کے لیے رضامند نہیں ہوا ہے۔ وہ صرف ضد میں ایسا کر رہا ہے اور میں نہیں چاہتا ایک پیاری سی بیٹی کسی کی ضد کی بھینٹ چڑھ جائے۔"

"آپ کا بہت شکریہ، آپ نے مجھے آگاہ کیا۔ اب میں چلتی ہوں، اللہ حافظ۔" وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مگر بیٹا......" وہ کچھ اور کہنا چاہتے تھے لیکن وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

"کیا ہوا کیوں بلایا تھا سر نے؟" وہ تھکے قدموں سے چلتی واپس آئی تو سحرش نے اس کا ہاتھ تھاما جو ٹھنڈا پڑ رہا تھا۔

"کچھ خاص نہیں۔" وہ سحرش کے سامنے بیٹھی اور بوتل سے ایک گھونٹ پانی پیا۔

"تم کچھ کہہ رہی تھیں انکل کے متعلق۔" سحرش نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جو گلابی ہو رہی تھیں (شدت ضبط سے)۔

"میں اپنے باپ کو سزا دینا چاہتی ہوں سحرش۔"

"یہ کیا بکواس ہے رباب۔" سحرش نے خفگی سے اسے ڈپٹا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ سحرش نے حیرت سے اس کا ردعمل دیکھا۔

"مذاق کر رہی تھی بھئی، ویسے بتا دو نا اگر واقعی کسی کو سزا دینا ہو تو کیسے دی جائے؟" رباب نے ہتھیلی سے آنکھیں رگڑیں۔

"میرے نزدیک سزا دینے کے دو اصول ہیں۔" سحرش اب پرسکون نظر آ رہی تھی۔ "پہلا تو یہ کہ سامنے والے کو صاف کر دیا جائے، اگر اگلے کا ضمیر زندہ ہو تو اسے اپنی زیادتی کا احساس خود ہی ہو جائے گا اور جب ایک انسان طاقت رکھنے کے باوجود معاف کر دے تو ضمیر کے کوڑے ہی انسان کی سزا بن جاتے ہیں اور ضمیر کی عدالت سے بڑی اور منصف عدالت دنیا میں کوئی نہیں۔"

وہ رکی، ایک نظر رباب کا چہرہ دیکھا جو بغور اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"اور دوسرا اصول یہ کہ اگلے انسان کی کمزوری ڈھونڈو۔" سحرش نے رباب کی آنکھوں میں دیکھا۔ "کسی انسان کی کمزوری کا مطلب سمجھتی ہو؟" رباب نے بے ساختہ سر کو نفی میں جنبش دی تو سحرش نے گہری سانس لیتے بات جاری رکھی۔

"کسی بھی انسان کی کمزوری دولت، مرتبہ، شہرت نہیں ہوتی۔ انسان کی کمزوری ہمیشہ محبت ہوتی ہے، ڈیپنڈ کرتا ہے انسان کی محبوب چیز کیا ہے اور محبت کا اصول صرف ایک ہے۔ انسان خود پر بڑی سے بڑی تکلیف کو سہہ جاتا ہے مگر محبوب ہستی یا چیز پر ذرا سی آنچ تڑپا دیتی ہے۔ اب تم بتاؤ، کسے سزا دینے کی ٹھان لی ہے تم نے؟" رباب نے جواب نہ دیا، اس کی نگاہوں کا مرکز سامنے روش پر کھڑا عون تھا جس کے پہلو میں جینز شرٹ میں ملبوس مہک بڑے کروفر

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

سے کھڑی تھی۔

سحرش نے بھی ان دونوں کے بعد رباب کی طرف دیکھا۔

''یہ موصوفہ کچھ زیادہ ہی عون کے گرد منڈلانے لگی ہیں۔'' رباب اس کے جلے کٹے انداز پر مسکرادی۔

''اورتم کیا سوچ رہی ہو؟'' سحرش جھنجلائی۔

''عون حدید کو۔''

''کیا مطلب؟'' سحرش چونکی۔

''مجھے اپنے باپ کو سزا دینی ہے اور یہ واحد طریقہ ہے ان کو سزا دینے کا۔ انہوں نے مجھے عون سے دور رہنے کا کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں زیادہ نہ سہی تھوڑی بہت محبت تو ہے مجھ سے۔''

''تم پاگل ہوگئی ہو۔ عون تمہاری طرف کسی خاص جذبے سے نہیں بڑھا، وہ تو اتنا مغرور انسان ہے کہ پلٹ کر دیکھتا تک نہیں اور تم چلی ہو اس سے شادی رچانے۔ وہ بھی صرف اپنے باپ کو سزا دینے کے لیے۔ خوامخواہ خود کو اذیت میں مبتلا کروگی۔''

''یہی تو میں چاہتی ہوں۔'' رباب کا چہرہ شدت جذبات سے سرخ ہوگیا۔ ''میں جانتی ہوں عون کو، وہ صرف مجھے جھکانا چاہتا ہے مگر شاید وہ مجھے جانتا نہیں۔ لہٰذا ایک مستقل اذیت کا سامان کرنے جارہی ہوں میں اپنے لیے نہیں بلکہ اپنے باپ کے لیے۔''

☆☆☆

آصف بھائی بمع فیملی واپس آگئے تھے اور اگلے ہی روز تیمور نے اپنا معاملہ ان کے سامنے رکھ دیا۔ چند لمحوں تک تو وہ کچھ بول ہی نہیں پائے تھے۔

''تم سیریس ہو تیمور؟'' حیرت ان کے لہجے سے عیاں تھی۔

''میں اپنی زندگی میں اتنا سیریس پہلے کبھی نہیں ہوا۔ میں نے دل میں عہد کیا تھا جو شخصیت اس دل کی مکین بنے گی، وہ میری زندگی میں ضرور آئے گی۔ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

''تم نے سلطان کو بتایا اور انکل؟''

''فی الحال کسی کو بھی نہیں سوائے آپ کے۔''

''تم جانتے ہو، جب ماہین کو پتا چلے گا، تم شادی شدہ اور ایک بیٹے کے باپ ہو تو وہ کیا جواب دے گی؟''

''وہ جانتی ہے، میں شادی شدہ اور ایک بچے کا باپ ہوں۔''

''کیا؟'' آصف حیران رہ گیا۔ ''تم لوگوں کی صرف دو ملاقاتیں ہوئی ہیں اور ان میں تم نے اسے اپنے بارے میں سب بتادیا۔''

تیمور نے سرخم کیا۔ ''بالکل۔''

''اور اسے اعتراض نہیں ہوا؟''

''ایسا ہی ہے۔'' تیمور اب مطمئن ہوکر کرسی کی بیک سے ٹیک لگائے گویا آصف کی حیرت و بےیقینی سے محظوظ ہورہا تھا۔ ''کیونکہ میں بہت ایمان داری سے ایک مقدس رشتے کی بنیاد رکھنا چاہتا ہوں اور آپ تو جانتے ہیں، جھوٹ اور دھوکا دہی سے بنائے گئے رشتے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ آپ بتائیں، بات کریں گے آپ اس کے والدین سے؟''

''والدین نہیں ہیں اس کے، بھائی کے ساتھ رہتی ہے۔ بات کرتو لوں گا مگر مجھے نہیں لگتا اس کے گھر والے مان جائیں گے پھر تم نے بھی گھر میں بات نہیں کی۔ کم ازکم سلطان سے تو بات کرو۔''

''وہ میں کرلوں گا پلیز آپ جلدی سے بات کرلیں اس کی فیملی سے۔''

''کرتا ہوں یار! تھوڑا وقت تو دو۔'' آصف بھائی نے گہری سانس لیتے خود کو پرسکون کرنا چاہا۔

''ریلیکس یار! کیوں اتنا پریشان ہورہے ہیں حالانکہ ہونا تو مجھے چاہیے، مگر دیکھیں میں کس قدر پرسکون ہوں۔''

(یہ کہتے ہوئے تیمور ملک کو کبھی اندازہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ آئندہ زندگی میں سکون کی سانس لینے کے لیے ترس جائے گا)۔

☆☆☆

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

''تو کیا سوچا تم نے رباب؟'' تقریباً دو ہفتے بعد عون نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ ساتھ ہی کینٹین چلنے کو کہا۔ خلاف معمول وہ بھی اس کے ساتھ چل دی تھی، سحرش خود ہی پیچھے رہ گئی تھی۔

''اب بتاؤ کیا سوچا؟'' عون نے کولڈ ڈرنک کا گھونٹ لیتے رباب کا پرسکون چہرہ دیکھا اور یہ بات غیر معمولی تھی کیونکہ عون کی موجودگی میں اس کا ایسا انداز پریشان کن نہیں تو حیران کن ضرور تھا۔

''پہلے تم مجھے ایک سوال کا جواب دو پھر میں دوں گی۔''

بوتل میں اسٹرا گھماتے اس کی نگاہیں پل بھر کے لیے عون کے ہاتھوں پر ٹکیں، گلابی شفاف ناخنوں والا رومیں سے بھرا مضبوط ہاتھ اس نے نگاہ ہٹاتے اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ بھی پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا۔

''میں تم سے صرف یہ پوچھوں گی، تم نے کس بنیاد پر یہ فیصلہ کیا۔''

''نہیں، تم پوچھو۔ سینکڑوں بار پوچھو۔ میرا یہی جواب ہوگا کہ میں تم سے محبت......''

''او پلیز عون!'' رباب نے خفگی سے اس کی بات کاٹی۔ عون نے ضبط سے گہری سانس لی۔

''کیوں تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔ حقیقت کیا ہے، میں بھی جانتی ہوں اور تم بھی۔ اس لیے تمہیں محبت جیسے مقدس جذبے کے نام پر دھوکا دینے کی ضرورت نہیں۔'' اس کے لہجے میں خفگی و جھنجلاہٹ محسوس کرتے عون مسکرا دیا۔

''ٹھیک ہے، مان لیتے ہیں کہ ایسا ہی ہے پھر......'' وہ پہلی بار اس کی ذہانت کا معترف ہوا۔ ''آگے بولو۔''

''تم نے یہ سوچا اگر ہماری شادی ہوگی تو لوگ کیا کہیں گے؟''

''کیا مطلب کیا کہیں گے۔ سب کی شادیاں ہوتی ہیں اس میں کون سی انہونی ہوئی۔'' عون کو حقیقتاً اس سوال پر حیرت ہوئی تھی رباب نے خفگی سے اسے گھورا۔

''تم زمین دار گھرانے سے تعلق رکھتے ہو جبکہ میرا اباپ ایک معمولی ملازم ہے جو بیٹی کی اعلا تعلیم کے لیے دو جگہ کام کرتا ہے اور کبھی تم نے میری اور اپنی شخصیت کا موازنہ کیا ہے؟ کتنا ڈیفرنس ہے ہم دونوں میں۔'' اس کے بے رحمانہ تجزیے پر عون اش اش کر اٹھا تھا۔ اس نے سکون سے کولڈ ڈرنک ختم کی پھر ہاتھ سینے پر باندھتے گویا پوری طرح رباب کے سوالات کے جواب دینے کو تیار ہوا۔

''دیکھو رباب! یہ چیز میٹر نہیں کرتی کہ تمہاری فنانشل بیک گراؤنڈ کیا ہے کیونکہ شادی کے بعد تم میرے ساتھ رہو گی نا کہ میں تمہارے ساتھ اور رہی ڈیفرنس کی بات تو یار! وہ تو ہوگا۔ تم لڑکی ہو اور میں لڑکا ہوں۔'' وہ شرارتاً مسکرایا، وہ سنجیدہ رہی۔

''میں جانتی ہوں، تمہاری ضد اور انا کا انجام کیا ہوگا۔ میں ذہنی طور پر ہر فیصلے کے لیے تیار ہوں۔ تم نکاح کے فوراً بعد مجھے طلاق دے دو گے، مجھے تب بھی شاک نہیں لگے گا کیونکہ تم صرف مجھے جھکانا چاہتے ہو مگر تم شاید جانتے نہیں، میں ام رباب ہوں۔'' اس نے براہ راست عون کی آنکھوں میں دیکھا جس کے چہرے پر اطمینان ہی اطمینان تھا۔ ''تم مجھے نہ جھکا سکے ہو نہ توڑ سکتے ہو۔''

''تو تم مجھے چیلنج دے رہی ہو؟'' دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا کر میز پر رکھتے عون نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

''نہیں چیلنج نہیں دے رہی، صرف بتا رہی ہوں۔ اگر میں شادی کے لیے ہاں کہہ رہی ہوں تو تم اسے میری شکست یا اپنی کامیابی مت سمجھنا کیونکہ قرض کسی اور کو لوٹانا ہے۔''

اس نے بیگ کھنگالتے سر جھکا کر کہا تو عون کو جانے کیوں شک گزرا، وہ عون سے آنسو چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔

''میرے گھر والے کبھی اس شادی کے لیے نہیں مانیں گے' اس لیے ہم کورٹ میرج کریں

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

گے۔'' نگاہیں فون پر جمائے وہ اٹھی۔ اس کے لہجے کی کپکپاہٹ محسوس کرتے عون بھی اس کے ساتھ ہی اٹھا۔

''تم ٹھیک ہو۔''

''کیوں تمہیں میری خیریت مشکوک لگ رہی ہے؟'' رباب نے نگاہ اٹھائی تو عون کے شک پر یقین کی مہر لگ گئی۔ اس کی آنکھوں میں نمی چمک رہی تھی۔

''تمہیں تو اب خوش ہونا چاہیے، تم نے اپنا وعدہ پورا کرتے مجھے ہرا دیا۔ وجہ چاہے جو بھی ہو مگر تم جیت گئے۔'' آنسو گالوں پر لڑھک آئے جنہیں اس نے بے دردی سے رگڑا۔ ''لیکن کبھی محبت نام کا دھوکا مجھے مت دینا۔'' نین کٹورے پھر سے لبالب بھر گئے۔

عون تو بت بنا کھڑا تھا۔ ''تم مرد لوگ بہت آسانی سے محبت کے نام پر دھوکا دے دیتے ہو مگر عورت کے لیے یہی لفظ زندگی بن جاتا ہے۔ اس لیے مخلصانہ مشورہ دے رہی ہوں، کبھی بھی محبت کے نام پر دھوکا دہی مت کرنا ورنہ محبت تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔''

وہ رکی، عون کی طرف دیکھا۔ آنکھیں رگڑیں پھر عون کے تاثرات دیکھتے ہنس پڑی۔ صبح کی اجلی کرنوں جیسی ہنسی، نم پلکوں پر چمکتے موتی، کندن کی مانند دمکتی رنگ، موتیوں سے دانت اور نازک لبوں پر مچلتے دکھ...... عون تو گویا لٹ گیا۔ محبت نے اپنی بے مروتی کرنے والے کو وقت دیے بنا اپنا اسیر بنا لیا تھا۔ وہ کھڑے کھڑے عون سے رباب ہو گیا۔

''تم سوچ رہے ہو گے میں فلسفہ بگھار رہی ہوں مگر یہ حقیقت ہے۔ تمہیں مجھ سے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں، میں تیار ہوں۔''

عون کو احساس ہوا رباب کبھی اس کے جذبوں کو سچ نہیں مانے گی اور اگر اس کے سچے جذبوں کو ٹھیس پہنچی تو وہ سہہ نہیں پائے گی اور ایسا وہ کبھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''تو اب تم مجھے اپنی سوچ کے مطابق ہی پاؤ گی رباب۔''

''پھر اگلے ہفتے ٹھیک ہے۔'' رباب ہنستے ہوئے پلٹ گئی۔ جبکہ عون کی نگاہیں اس کے نقش پا پر جمی تھیں۔

مجھے ڈر لگتا ہے وقت کی چال سے
بچھڑنے کے خیال سے

☆☆☆

فروا نے ڈریسنگ کے آئینے میں بیڈ پر لیٹے تیمور کے عکس کو دیکھا جو ولید کو سینے پر لٹائے والہانہ پیار کر رہا تھا۔ وہ بے ساختہ مسکرا دی۔ کولڈ کریم واپس رکھتے دلچسپی سے باپ بیٹے کے عکس کو دیکھا تب ہی تیمور نے بھی آئینے میں دیکھا پھر ہنس دیا۔

''کیا دیکھ رہی ہو، وہ بھی اس قدر محویت سے؟'' بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے پوری طرح فروا کی طرف متوجہ ہوا، جواباً وہ بھی گھوم گئی، اب دونوں روبرو تھے۔

''آپ کو ولید سے بہت محبت ہے؟''

''کون ایسا انسان ہو گا جسے اپنی اولاد سے محبت نہیں ہو گی؟'' پھر سنجیدگی سے فروا کا خوب صورت چہرہ دیکھا۔ کھلتا گندمی رنگ، دلکش سے نقوش وہ کہیں سے ایک بچے کی ماں نہیں لگتی تھی۔ تیمور اس کی خوب صورتی کا معترف تھا مگر جانے کیوں دل اسے دیکھ کر یوں بے قابو کبھی نہیں ہوا تھا، جیسے ماہین کو پہلی نظر دیکھ کر ہوا تھا۔

''آپ کیا سوچنے لگے؟'' تیمور فروا پر نگاہیں جمائے جانے کہاں کھو گیا تھا جب فروا نے چونکایا۔

''تم نے کبھی محبت کی ہے فروا؟''

''یہ کیسا سوال ہے؟'' ولید کو گود میں لیتے لہجہ سخت ہوا تھا۔ تیمور نے بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام کر پہلو میں بٹھا لیا۔ فروا نے سوالیہ نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

''کبھی محبت ہوئی تمہیں؟''

''جی۔'' ولید کے ننھے منے ہاتھوں کو چومتے اس اعتراف پر تیمور اسے دیکھ کر رہ گیا۔

''کون اور کس سے اور دیکھو، ولید کا نام نہیں

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

لینا۔'' ساتھ ہی متنبہ کیا تو وہ ہنس دی۔

''ولید میرا بیٹا ہے جس سے میری محبت فطری سی بات ہے اگر آپ دوسرے معنوں میں پوچھ رہے ہیں تو اس کا جواب ہے جی، مجھے محبت ہے اور وہ بھی بچپن سے۔'' نگاہ اٹھا کر تیمور کا چہرہ دیکھا، آنکھوں میں محبت کے دیپ روشن تھے۔ ''اور وہ میرا بہت اپنا محرم رشتہ ہے، کیا مجھے اس رشتے کی وضاحت بھی کرنی پڑے گی۔''

''فروا۔'' تیمور نے اس کا ہاتھ تھام کر دبایا۔

''محبت پانے کا ہی نام تو نہیں، کبھی کبھی قربانی بھی تو مانگتی ہے ناں۔''

ام فروا نے الجھ کر اس کی طرف دیکھا۔

''اگر میں تم سے کچھ مانگوں تو تم انکار تو نہیں کرو گی؟''

''نہیں کروں گی انکار، آپ مانگیں نہیں بلکہ حکم کریں۔'' اس قدر مان اور چاہت سے اقرار سونپا گیا تھا کہ تیمور چند لمحوں کے لیے بالکل چپ رہ گیا۔

''سوچ لو۔'' چند لمحوں بعد تیمور سنبھل کر مسکرایا۔

''ایسا نہ ہو، میں دوسری شادی کی اجازت مانگ لوں۔''

''میں نے کہا نا، آپ صرف حکم کریں اگر آپ کی خوشی دوسری شادی میں ہے تو میری طرف سے اجازت ہے۔''

''سچ۔'' تیمور کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

''بالکل سچ۔ مجھے آپ کی خوشی سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں چاہیے۔''

☆☆☆

''رباب! میں نے منع کیا تھا، تم اس لڑکے سے دور رہو گی۔'' اس روز اتوار تھا۔ رباب نورین کے پاس بیٹھی پالک کے پتے چُن رہی تھی۔ فراز باہر گئے ہوئے تھے، گھر واپسی پر وہ رباب پر چلّائے اور یہ زندگی میں پہلی بار تھا جب وہ اس سے درشت لہجے میں بات کر رہے تھے۔

''پاپا میں اس سے دور رہوں گی۔'' کہتے ہوئے وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے یوں بلک بلک کر رو پڑی گویا ابھی کسی عزیز کی وفات ہوئی ہو۔ فراز اور نورین اس ردعمل پر ہکا بکا رہ گئے پھر نورین نے اس کے بلکتے وجود کو سینے میں چھپالیا۔

''مجھے معاف کردو میری بچی، تمہارے باپ کا غصہ میں تم پر نکالتی رہی۔'' نورین نے نم آنکھوں سے اس کی پیشانی چومی۔

''ایسا مت کہیں پلیز، آپ مجھے معاف کردیں۔ جانے انجانے میں، میں آپ کی تکلیف کا باعث بنی۔'' فراز حواس میں لوٹے تو آگے بڑھ کر اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں سمیٹتے بغور دیکھا۔ رباب نے بھی ان کا چہرہ دیکھا تو آنکھیں پھر بھر آئیں۔

''تم کچھ چھپا رہی ہو رباب؟'' انہوں نے وثوق سے کہا تو اس نے بے ساختہ نگاہ چرائی۔

''میں بھلا کیا چھپاؤں گی پاپا؟'' چہرہ ان کے ہاتھوں سے آزاد کرواتے دھیمے سے انداز میں کہا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئے پھر بولے تو لہجے میں تھکن در آئی تھی۔

''دیکھو بچے، اپنے باپ کو زندہ درگور مت کرنا۔''

☆☆☆

''تم نے سوچا، اس سب کا انجام کیا ہوگا؟''

اس روز اتوار تھا اور آصف کی کال پر سلطان اس کے آفس میں موجود تھے۔ تیمور بھی وہیں تھا، آصف نے تمام صورت حال انہیں بتائی تو وہ سنجیدگی سے تیمور سے مخاطب ہوئے

''ہیپی اینڈنگ اور کیا؟'' تیمور کا اطمینان قابل رشک تھا۔

''اور تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے؟'' سلطان کو غصہ آ گیا، وہ تیمور کے غیر سنجیدہ انداز پر دانت پیس کر رہ گئے۔

''غلط فہمی نہیں ہے یار، ویسے آپ دونوں اتنا گھبرا کیوں رہے ہیں؟'' باری باری دونوں کے متفکر چہرے دیکھے۔

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

"پاگل کتے نے کاٹ لیا ہے اس لیے۔" آصف بھائی نے خفگی سے اسے گھورا۔

"تو اسپتال جائیں، انجکشن لگوائیں۔ یہاں آرام سے کیوں بیٹھے ہیں۔" اس کے لہجے میں بے ساختگی تھی، فراز اور سلطان بے ساختہ ہنس دیے۔

"پورے ڈرامے باز ہو۔" آصف بھائی نے اس کے سر پر چپت لگائی۔ "سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"میں ایک سو ایک فیصد سنجیدہ ہوں یار! بس آپ لوگ ہی سنجیدہ نہیں ہو رہے۔" تیمور کے لہجے میں خفگی تھی۔

"یہ اتنا آسان نہیں ہے یار!"

"اتنا مشکل بھی نہیں ہے جتنا بنا دیا ہے آپ لوگوں نے۔" اس نے منہ بنایا۔

"بابا سائیں کبھی نہیں مانیں گے۔ وہ فروا سے بہت محبت کرتے ہیں اور فروا، اسے سن کر شاک لگے گا یار تم اس کی کنڈیشن جانتے ہو۔ وہ کسی ایسی ویسی خبر کو برداشت نہیں کر سکے گی۔" سلطان بھائی نے تیمور کو حقیقت بتائی۔

"فروا کو کوئی اعتراض نہیں، وہ اجازت دے چکی ہے۔"

"وہاٹ......" سلطان اور آصف بیک وقت چلائے تھے۔ "تم نے فروا سے اجازت لے لی۔ کب اور کیا کہہ کر؟" آصف بھائی نے حیرت و بے یقینی سے پوچھا تو تیمور مسکرا دیا۔

"ایک روز یوں ہی مذاق میں پوچھا تھا تو اس نے اجازت دے دی۔" لہجہ فخریہ تھا، وہ دونوں اسے دیکھ کر رہ گئے۔ یعنی حد ہے خوش فہمی کی۔

"مذاق اور سنجیدہ بات کا فرق تمہیں معلوم ہونا چاہیے تیمور! تم بچے نہیں بلکہ ایک بچے کے باپ ہو۔" سلطان کا لہجہ ملامتی تھا۔

"کوئی گناہ نہیں کرنے جا رہا، نکاح کا کہہ رہا ہوں۔ اتنی سی بات کو چیونگم کی طرح کھینچے جا رہے ہیں آپ لوگ۔ ٹھیک ہے کچھ مت کریں اگر وہ میرا نصیب ہے تو مجھے مل جائے گی ورنہ یاد رکھیے گا بھائی، آپ زندگی بھر کے لیے اپنے بھائی کی مسکراہٹ کھو دیں گے۔"

"شٹ اپ تیمور!" سلطان نے خفگی سے ٹوکا پھر آصف کی طرف متوجہ ہوئے۔

"تم بات کرو ماہین کے گھر والوں سے۔ وہ جو شرائط رکھیں مجھے منظور ہے۔ پیسہ، جائداد، زمین جو بھی مگر انکار نہیں ہونا چاہیے۔"

تیمور نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا جبکہ آصف بھائی نے بھی گہری سانس لیتے سر کو اثبات میں جنبش دی۔

"اور تم......" وہ تیمور کی طرف متوجہ ہوئے۔ "تمہیں گھر میں کسی سے اس بات کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بھائی! بابا سائیں؟"

"بابا سائیں سے تو کبھی بھول کر بھی ذکر مت کرنا اور فروا سے جہاں تک ممکن ہو اس بات کو چھپانا۔ تم جلد ان لوگوں سے بات کرو آصف! میری قیمتی متاع تیمور احمد کی مسکراہٹ ہے جو میں کھونا نہیں چاہتا۔ اس کے لیے چاہے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے۔"

تیمور کا ہاتھ ہاتھوں میں بھینچتے وہ جس بھائی کی مسکراہٹ کے لیے سب داؤ پر لگانے کو تیار تھے۔ نہیں جانتے تھے وہ کس آزمائش میں گرفتار ہونے والا ہے۔

☆☆☆

وعدے کے مطابق پیر کو رباب تیار ہو گئی تھی۔ ہلکے گلابی اور فیروزی کنٹراسٹ کی اے لائن شرٹ کے ساتھ جینز تھی۔ حسب معمول گھنے بالوں کی چوٹی گوندھ کر بائیں شانے پر تھی۔ بنا کسی میک اپ اور جیولری کے بھی وہ دمک رہی تھی، روز آنکھوں میں کاجل ڈالتی تھی۔ آج وہ بھی نہیں ڈالا۔

"کسی کی لاش پر بن سنور کر نہیں جاتے رباب!" کاجل واپس رکھتے اس نے دوپٹہ شانے پر ڈالا۔ گلے میں گولڈ کی نازک سی چین تھی جو میٹرک میں پوزیشن لینے پر فراز نے گفٹ کی تھی۔ بائیں ہاتھ کی

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM
PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

درمیانی انگلی میں انگوٹھی تھی جو اتار کر ٹیبل پر رکھی یونیورسٹی کے بجائے اس کا رخ کورٹ کی طرف تھا (دل جانے کیوں بچوں کی طرح رونے کو مچل رہا تھا)۔

عون اس سے پہلے ہی پارکنگ میں موجود تھا۔ گرے ٹیوٹا سے ٹیک لگائے، آنکھوں پر گلاس رباب کو دیکھتے سیدھا ہوا پھر ڈارک گلاسز کی وجہ سے بغور جائزہ لیا تو گہری سانس لی، کوئی تیاری تو دور کی بات آج تو آنکھوں کو کاجل سے بھی محروم رکھا (ٹھیک ہے، رباب بی بی زندگی رہی تو کبھی آپ کو اپنے نام کا سنگھار بھی کروا دیں گے)

''چلیں۔'' رباب اس کے قریب آچکی تھی، خلاف معمول کاٹن کے بادامی شلوار سوٹ میں ملبوس رباب کے ہم قدم ہوتے عون کا دل ترنگ میں دھڑکا مگر انا تو اس میں بھی غضب کی تھی۔

''ایک بات۔'' وہ چلتے چلتے رکی تو عون نے بھی رک کر اس کی طرف دیکھا۔ ''نکاح کے بعد تم مجھے اپنے ساتھ لے کر جاؤ گے گاؤں؟''

''تو تمہارا کیا خیال ہے، میں تمہیں یہیں چھوڑ جاؤں گا۔'' اس نے مسکراتے ہوئے رباب کی طرف دیکھا وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گئی۔

نکاح کے بعد وہ اسے لیے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا۔ اجنبی راستوں پر دوڑتی گاڑی اور اپنے پیاروں کو پیچھے چھوڑتی رباب، فراز، نورین، اس کے بہن بھائی، اس کے عزیز رشتے، اس کی انا اور انتقام کی بھینٹ چڑھ گئے۔ بار بار نم پلکوں کو رگڑتی خود پر کنٹرول کرتی، وہ ہلکان ہوئی جا رہی تھی اور ادھر اس کی حالت دیکھتے عون ضبط کھو رہا تھا۔ آخر ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا تو ایک جھٹکے سے گاڑی روکی۔

''یہ کیا ڈرامہ لگا رکھا ہے؟'' انداز درشت تھا۔ رباب نے نم پلکوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''مجھ سے اس انداز میں کبھی کسی نے بات نہیں کی۔ میں عادی نہیں ہوں ایسے رویوں کی۔'' چہرہ رگڑتے خفگی سے کہا تو عون پرسکون ہوا۔

''جیسے میرا دل چاہے گا، میں ویسے ہی تم سے بات کروں گا۔ تم اعتراض کرنے کا حق کھو چکی ہو مسز رباب۔'' اس نے چبا چبا کر کہا۔ حقیقت یہ تھی کہ اسے چپ کروانے کا واحد طریقہ یہی تھا کہ اسے غصہ دلایا جاتا اور یہی عون کر رہا تھا۔

''اونہہ، بھول ہے تمہاری۔ میرے تمام حق میرے پاس محفوظ ہیں، مسٹر عون۔'' دوپٹے سے چہرہ رگڑتے اس نے بھی چبا چبا کر کہا۔ ''کل آ دو خوش فہمی کی جنت سے، میں تم سے ہرگز ڈرنے والی نہیں ہوں۔''

''یہ تو وقت ثابت کرے گا مسز کہ کون کس سے ڈرتا ہے؟'' عون کے لہجے میں شرارت تھی، رباب نے دانت پیسے۔

''آئندہ مجھے مسز کہا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا مت بھولو مجھے تم سے کتنی نفرت ہے۔'' عون کی مسکراہٹ ایک دم غائب ہوئی۔

''نفرت؟''

''ہاں نفرت۔ میری نفرت کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگا لو، میں نے ضد اور انا میں تمہارا ہاتھ تھاما۔''

''تمہیں بہت مہنگا پڑے گا تمہارا یہ غرور، پچھتاؤ گی تم اپنے الفاظ پر۔'' عون کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اسٹیرنگ پر ہاتھوں کی گرفت اس قدر سخت ہو گئی کہ سبز رگیں تن گئیں۔

رباب پرسکون ہوئی۔ ''اگر میں خوش نہیں ہوں تو تم کیسے رہ سکتے ہو عون؟'' اس کی مسکراہٹ نے جلتی پر تیل چھڑکا اور یہیں عون کے ضبط کا دامن چھوٹ گیا، بھاڑ میں جائے محبت۔ کوئی اس کی ذات کی تذلیل کرے یہ تو اسے بھی منظور نہیں تھا۔ گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور آندھی طوفان کی طرح منزل کی طرف رواں ہوئی۔

''عون پلیز آہستہ۔'' رباب نے رش ڈرائیونگ سے گھبرا کر عون سے کہا مگر اس کا الٹا اثر ہوا، عون نے اسپیڈ مزید بڑھا دی۔

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

پون گھنٹہ بعد گاڑی ایک شان دار آہنی گیٹ کے سامنے رک گئی
"اترو۔" بنا اس کی طرف دیکھے درشت لہجے میں کہا تو رباب نے بے ساختہ اس کا چہرہ دیکھا جس کی نگاہیں سامنے گیٹ پر جمی تھیں۔
"وہ دراصل عون! میں گھر سے کچھ بھی ساتھ نہیں لائی تھی۔ اب کیا پہنوں گی؟"
سر جھکاتے قدرے شرمندگی سے کہا تو عون نے درشتی سے اس کی طرف دیکھا۔
"یہ میرا ہیڈک نہیں ہے، پہلے جب شہر میں تھے تب حواس نہیں گروی رکھے ہوئے تھے۔ بہرحال مجھ سے کوئی امید مت رکھنا۔" وہ ٹھاہ کی زوردار آواز سے دروازہ بند کرتے باہر نکل گیا۔ گیٹ کیپر نے گیٹ کھولنا چاہا مگر اس نے منع کردیا۔
"مجھے ابھی واپس جانا ہے۔" اس نے رک کر رباب کے ہم قدم ہونے کا انتظار کیا۔ پھر تیز قدموں سے چلتا لمبی روش عبور کرتے برآمدے کے تین اسٹیپ پھلانگتے مرکزی دروازے سے ہال نما کمرے میں داخل ہوا۔ رباب اس کے پیچھے اس کی رفتار کا مقابلہ کرنے کی کوشش میں تقریباً ہانپ چکی تھی۔ ہال نما کمرے میں ہلکے انگوری قیمتی مگر سادہ سوٹ میں ملبوس خاتون موجود تھیں۔
"السلام علیکم اماں!"
"وعلیکم السلام، کیسے ہو میری جان؟" انہوں نے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں عون کا چہرہ تھامتے اس کی پیشانی چومی۔
"ٹھیک ہوں اماں! یہ رباب ہے، اپنے وعدے کے مطابق میں اسے یہاں لے آیا ہوں۔"
رباب چونکی۔ عون نے ان خاتون کے کہنے پر نکاح کیا۔
"میں چلتا ہوں۔"
"ارے ایسے کیسے بیٹے! پانی تو پی لو۔"
"ضرورت نہیں ہے اماں! اللہ حافظ۔" رباب کی طرف دیکھے بنا وہ دروازے سے باہر نکل گیا۔
"تو تم ہو ام رباب!" اور رباب جو عون کی پشت پر نگاہ جمائے ہوئے تھی، بے ساختہ ان کی طرف دیکھا۔
"آپ کو کوئی شک ہے؟" اس نے پرسکون لہجے میں کہا۔
"میرے سامنے زبان چلانے کی ضرورت نہیں۔ تم اس غلط فہمی سے نکل آؤ کہ عون کے نکاح میں ہو تو تم اس گھر میں بہو بن کر آئی ہو، تمہاری حیثیت ملازمہ سے زیادہ نہیں۔"
انہوں نے درشت لہجے میں رباب کو گویا اس کی اوقات یاد دلائی مگر اسے حیرت نہیں ہوئی تھی کیونکہ یہ وہ الفاظ تھے جن کی وہ توقع کرسکتی تھی مگر وہ یہ الفاظ عون کے منہ سے سننے کی توقع رکھتی تھی لیکن کہہ اس کی ماں رہی تھی، گہری سانس لیتے اس نے نگاہ اٹھائی۔
"جی بہتر۔ میں نکل آئی ہوں خوش فہمی سے۔"
"تمہیں حیرت نہیں ہوئی؟"
"نہیں کیونکہ میں یہی سب ایکسپکٹ کررہی تھی۔"
"اچھی بات ہے۔" انہوں نے استہزائیہ مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ملازمہ کو پکارا۔ حنیفہ فوراً حاضر ہوئی۔
"جاؤ اسے عون کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔"
رباب پوچھنا چاہتی تھی اگر اسے بہو نہیں ملازمہ بنا کر لایا گیا ہے تو بیٹے کے کمرے میں بھیجنے کی کیا ضرورت ہے مگر وہ خاموش رہی۔

☆☆☆

"مجھے کم از کم تم سے یہ امید ہرگز نہیں تھی کہ تم ماہین کے لیے ایک شادی شدہ مرد کا رشتہ لاؤ گے۔"
آصف اس وقت فراز کے گھر تیمور کے لیے پرپوزل کے لیے آئے تھے اور ساری بات جان کر فراز نے شکایتی انداز سے آصف کو جیسے شرمندہ کرنا چاہا۔
"تم جانتے ہو شادی شدہ ہونا کوئی جرم نہیں، نہ ہی عیب ہے۔ تم مجھے ایسی نظروں سے مت دیکھو کہ میں خود کو مجرم تصور کرنے لگوں۔" چھوٹے سے

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

بیٹھک نما کمرے میں خستہ حال سا فرنیچر مالکان کی مالی حیثیت کا تعین کر رہا تھا۔

''شادی گناہ نہیں لیکن میں ماہین کو کسی کی دوسری بیوی نہیں بننے دوں گا۔ تمہیں معلوم ہے مجھے کتنی محبت ہے اس سے۔''

''میں جانتا ہوں، اسی لیے تو یہ پرپوزل لایا ہوں۔ یقین دلاتا ہوں تمہیں، ماہین بہت خوش رہے گی اگر تمہیں کوئی گارنٹی چاہیے تو وہ بھی لے لو۔''

''مجھے جب اس سلسلے میں کوئی بات ہی نہیں سننی تو گارنٹی کس بات کی؟''

''تم ٹھنڈے دل سے سوچو فراز۔''

''میں سوچ چکا ہوں۔'' آصف نے پرسوچ نگاہوں سے فراز کی طرف دیکھا۔

''اگر تم اس لڑکے سے مل لو تو شاید کچھ لچک پیدا ہو سکے تمہارے رویے میں۔''

''لڑکا...... ہاہا مرد کہو۔ ایک بچے کے باپ کا رشتہ لائے ہو تم آصف! لڑکے کا نہیں۔''

''انتیس برس عمر ہے اس کی۔'' آصف نے غلط فہمی دور کرنا چاہی۔ فراز ایک پل کے لیے چپ رہ گئے۔ ''پڑھا لکھا اور باکردار لڑکا ہے۔ ماہین کو خوش رکھے گا، اس کی گارنٹی میں دیتا ہوں اور کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم ایک بار ماہین سے بھی پوچھ لو، کیا خبر اسے اعتراض نہ ہو۔''

فراز نے چونک کر آصف کو دیکھا۔

''غلط مت سمجھو، میں صرف رائے لینے کی بات کر رہا ہوں، چلتا ہوں، اب تم سوچنا ضرور۔''

وہ فراز کا شانہ تھپک کر باہر نکلے تو دیوار کے ساتھ کھڑی ماہین سے نگاہ ملی، جس نے بے ساختہ نگاہ چرائی تھی تب ہی فراز کی پکار پر آصف نے پلٹ کر دیکھا

''اس لڑکے سے کہو، اتوار کو مجھ سے ملے۔''

''شکریہ یار!'' آصف نے ممنون انداز میں فراز کا ہاتھ دبایا۔

☆☆☆

ملازمہ اسے بیڈ روم میں چھوڑ کر گئی تھی۔ بیڈ کی پائنتی کی طرف ٹو سیٹر اور چھوٹی سی میز، سرخ اور سرمئی کارپٹ، ڈریسنگ ٹیبل۔

''اوا'' رباب کے ہونٹ ستائشی انداز میں گول ہوئے۔ کہیں سے نہیں لگ رہا تھا یہ کسی گاؤں کے کمرے کا منظر ہے۔ فریش ہو کر ابھی بیڈ پر بیٹھی تھی، جب ملازمہ چائے بسکٹ لے آئی۔

''شکریہ۔'' رباب نے مسکراتے ہوئے کپ تھام لیا کہ اس وقت تھکن کے باعث واقعی چائے کی شدید طلب تھی اور اگلے چند منٹوں میں وہ گہری نیند سو گئی تھی۔ کسی کے جھنجوڑنے سے آنکھ کھلی تو دیکھا سامنے ہی عون کی اماں خشمگیں نگاہوں سے اسے گھور رہی تھیں

''تم یہاں سونے کے لیے آئی ہو؟''

''سوری۔'' دوپٹہ شانے پر درست کرتے وہ بیڈ سے اتری۔

''چار بج رہے ہیں، شام کے کھانے کی تیاری کرواؤ ملازمہ کے ساتھ۔ میں ونیزہ کی طرف جا رہی ہوں۔ گھر میں تمہارے علاوہ صرف دو ملازمائیں ہیں، دھیان رکھنا۔'' (انجانے میں ہی اسے بہو کی ذمہ داریاں سونپیں)

''کچھ بنانا ونانا بھی آتا ہے یا ماں نے یوں بھیج دیا؟'' رباب نے جھکے سے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا تو نگاہوں میں خفگی تھی۔

''میں وعدہ کرتی ہوں، آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی اور آپ اس کے بدلے میں میرے ماں باپ کا نام بھی نہیں لیں گی۔''

''ٹھیک ہے۔'' وہ فوراً مان گئیں، ان کے جانے کے بعد رباب فریش ہو کر باہر آئی تو اندازے سے اس طرف رخ کیا، جہاں کچن ہو سکتا تھا۔ اس کے قدم نسوانی آواز پر تھمے (نہ جانے کچن کس طرف تھا)

''بی بی صاحبہ نے جب بتایا کہ عون سائیں نے ان شہری میم سے شادی کی ہے تو مجھے یقین ہی نہیں

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

آیا۔ میں نے تو سنا تھا شہری کڑیاں تو بہت گوری چٹی ہوتی ہیں۔ یہ تو سانولی ہے۔" شاید وہ ملازمہ تھی۔ رباب نے خود بھی نوٹ کیا تھا، عون اور اس کی اماں کی رنگت گلابی سی تھی اور ان کے ساتھ کھڑی رباب کی کھلتی گندمی رنگت سانولی ہی لگتی تھی۔

"ہاں اماں! میں نے بھی دیکھا، صرف کپڑے بے شرموں والے شہریوں کی طرح ہیں (اشارہ پاجامہ کی طرف تھا) ورنہ تو کسی پنڈ کی لگتی ہے۔" دوسری نے منہ بنایا۔

"سائیں عون کتنے سوہنے ہیں، نہ جانے اسے کہاں سے لے آئے۔"

اس کا غم ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ رباب نے دروازے سے اندر جھانکا، وہ باورچی خانہ تھا۔ بالکل الگ سائڈ پر جہاں گیس سلنڈر اور لکڑیاں موجود تھیں، تقریباً اس کی ہم عمر لڑکی آلو چھیل رہی تھی جبکہ دوسری والی پیڑھی پر بیٹھ کر لکڑیوں کی آگ پر شاید چائے بنا رہی تھی۔ چولہے والی وہی تھی جو اسے کمرے میں چھوڑ کر گئی تھی۔

"پر سونی! اس کے بال بڑے خوب صورت ہیں، یہ لمبے اور کالے۔"

"اونہہ، خالی بالوں کا اچار ڈالنا ہے اماں! شکل نہیں دیکھی اس کی۔" وہ جل کر بولی۔

"ناں۔" عورت نے ہاتھ روک کر بیٹی کو دیکھا۔ "یہ تو نے زیادتی کر دی، نین نقش تو بڑے پیارے ہیں اس کے، صرف رنگ ہی ماٹھا ہے میں نے دیکھا ہے غور سے اسے۔"

"تو جو بھی کہہ اماں! پر وہ عون سائیں کے ساتھ جچے گی نہیں۔" سونی کے لہجے میں رقابت بول رہی تھی۔

رباب اندر آ گئی تو دونوں چپ ہو گئیں۔

"میں جاؤں اماں؟" سونی نے ماں سے پوچھا، اس نے رباب کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ "ساری سبزی کاٹ دی ہے۔"

"ہاں تو جا۔" ماں کی اجازت ملتے ہی سونی ایک کینہ توز نگاہ رباب پر ڈالتے باہر نکل گئی۔ سونی کے برعکس اس کی ماں اچھی عادت کی مالک تھی۔ رباب کو تو خیر کچھ بنانا ہی نہیں آتا تھا، بس وہ وہاں بیٹھی ملازمہ کو مشاقی سے کام کرتے دیکھتی رہی جو اسے تفصیل سے سب کے بارے میں بتا رہی تھی اور رباب دلچسپی سے گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹ کر ان پر چہرہ ٹکائے سنتی رہی۔

"سائیں سلطان اور تیمور دو ہی بھائی ہیں جی اور ان کی بیویاں سگی بہنیں۔ ان کے چچا کی بیٹیاں ہیں۔ تیمور سائیں کے دو پتر ہیں، بڑے ولید ان کی شادی ونیزہ سے ہوئی ہے اور ان کی تین مہینے کی دھی بھی ہے۔ بڑی سوہنی۔" وہ مسکرائی تو رباب بھی مسکرا دی۔ "اور چھوٹے دانیال صاحب ہیں۔"

"دانیال کتنا بڑا ہے۔" اس کے لہجے میں اشتیاق در آیا۔

"اپنے عون سائیں جتنے ہیں۔ ان سے چار یا پانچ مہینے چھوٹے ہیں۔"

☆☆☆

وعدے کے مطابق اتوار کے روز تیمور، سلطان اور فراز آصف کے ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔ ان کی بیوی بچوں کے ساتھ میکے گئی ہوئی تھی۔ فراز کو پہلی نظر میں سفید کاٹن کے شلوار سوٹ میں ملبوس تیمور اچھا لگا تھا۔

"آپ کو جو گارنٹی چاہیے، آپ ہم سے لے سکتے ہیں۔" سلطان بھائی نے سنجیدگی سے کہا تو فراز نے ان کی طرف دیکھا۔ "پیسہ، جائداد، گھر جو بھی؟"

"مانا ہم غریب ہیں مگر بیٹیوں کا سودا نہیں کرتے صاحب!" فراز کا چہرہ سرخ ہوا۔ "آپ میری توہین کر رہے ہیں۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں فراز! میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔ میں تو آپ کو حق مہر کا کہہ رہا ہوں۔ آپ جتنا کچھ لکھوانا چاہیں، آپ کی تمام شرائط ہمیں منظور ہیں۔ میں خود بیٹی کا باپ ہوں، ایسی گری ہوئی بات کیسے کہہ سکتا ہوں۔"

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

”حق مہر کی بات چھوڑیں صاحب!“ فراز اب قدرے نرم لہجے میں بولے۔ تیمور، سلطان اور آصف نے بے اختیار ان کا چہرہ دیکھا۔ ”آپ کے بھائی کی کیا گارنٹی ہے کہ یہ میری بہن کو کسی کے دباؤ میں آ کر چھوڑ نہیں دے گا جبکہ آپ خود کہہ چکے ہیں کہ آپ کے والد صاحب کو اس رشتے کا معلوم تک نہیں اور ایسے رشتے کبھی پائیدار نہیں ہوتے۔“

”میری سانسیں گارنٹی ہیں میری۔“ فراز کے جیب ہونے پر تیمور نے بے ساختہ کہا تو فراز نے مسکراتی نگاہوں سے اس کا وجیہہ چہرہ دیکھا۔ ”اگر میں کبھی کسی بھی وجہ سے ماہین کو خود سے جدا کروں تو میرا رب میری سانسیں روک دے۔“

اتنی بڑی بات اس قدر آسانی سے کہہ کر تینوں کو شاکڈ کر کے وہ پرسکون بیٹھا تھا۔

”مگر میں یہ گارنٹی نہیں دے سکتا کہ بابا سائیں کو جب حقیقت معلوم ہوگی تو انہیں فوراً منالوں گا لیکن یہ ضرور یقین دلاتا ہوں کہ انہیں منانے کی سرتوڑ کوشش کروں گا، کچھ وقت لگے گا مگر وہ ان شاء اللہ مان جائیں گے۔“

فراز بے ساختہ اٹھ کر اس کی طرف بڑھے، تیمور کھڑا ہوا تو انہوں نے اسے سینے سے لگالیا۔

”مبارک ہو، اس جمعہ مبارک کے بابرکت روز تم لوگ نکاح کے لیے آ جانا اور مجھے کوئی گارنٹی اور جائداد نہیں چاہیے۔ حق مہر بھی شرعی ہوگا۔ مجھے جس چیز کی گارنٹی چاہیے تھی، وہ مجھے مل چکی ہے۔“ تیمور کا ہاتھ نرمی سے دباتے ان کا لہجہ فخریہ تھا۔ ”آگے جو اس کی قسمت۔“

☆☆☆

عون دل کی آواز پر آدھے راستے سے پلٹ کر گاؤں واپس آتے ادھر اُدھر گاڑی دوڑاتے ٹائم پاس کرتا رہا۔ کم از کم آج پہلے دن وہ رباب کو قطعی اجنبی جگہ پر اکیلے چھوڑنے پر رضامند نہ تھا۔ بھلے تعلقات کی نوعیت جو بھی ہو لیکن عون وہ واحد ہستی تھی جسے وہ جانتی تھی۔ شام ہو چکی تھی مگر وہ گھر جانے سے ہچکچا رہا تھا۔

”اف، اماں کیا سوچیں گی، کیوں واپس آ گیا ہوں۔“ سر ہاتھوں پر گراتے چند پل کے لیے کچھ سوچا پھر بابا کا نمبر ملایا اور دو منٹ بات کر کے مسکراتے ہوئے فون بند کیا۔

سلطان تین روز کے لیے ڈی آئی خان گئے ہوئے تھے۔

”بالکل ٹھیک۔“ اس نے چٹکی بجائی۔ ”اماں سے کہوں گا، بابا نے کہا ہے وہ جب تک واپس نہیں آجاتے عون حویلی میں ہی رہے گا۔ گڈ۔“ پھر اپنے دل کی چالاکی پر خود ہی ہنس دیا۔

”کس قدر ظالم چیز ہے یہ محبت بھی۔ کیسے کیسے حربے سکھا دیتی ہے انسان کو۔“

عون حدید جیسا بندہ جو ڈنکے کی چوٹ پر ہر بات کہہ دینے کا عادی تھا۔ اعتراف نہیں کر پا رہا تھا۔

”خیر ہے، اللہ تعالیٰ۔۔۔“ نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی۔ ”نئی نئی واردات ہوئی ہے دل پر، صحیح تلفظ کا پتا نہیں۔ آپ سنبھال لیجیے گا پلیز۔“

مردوں میں کوئی تھا نہیں حویلی میں۔ کلثوم، وغیرہ کے گھر سے کھانا کھا کر آ رہی تھیں۔ رباب نے بھی تھوڑا سا کھایا تھا پھر عون کے کمرے میں آ گئی۔ شانے کے قریب ناک کر کے سونگھا تو عجیب سی اسمیل محسوس ہوئی۔

”کیا مصیبت ہے؟“ وہ جھنجلائی۔ پھر عون کی الماری کی طرف بڑھی۔ ”بندہ ہے یا دیو۔“ اس نے دانت پیستے عون کے کپڑوں کو گھورا، جو اتنے کھلے تھے کہ اس میں رباب جیسی دو لڑکیاں با آسانی سما جاتیں۔ اس نے باتھ روم سے سرف لیا اور عون کا سفید کرتا کھینچا، دوپٹہ شرٹ کھنگال کر اسٹینڈ پر پھیلائی اور بال سمیٹتے ڈریسنگ کے سامنے آئی تو خود کو دیکھ کر ہنس دی۔ دونوں بازو پھیلائے پھر آستینیں موڑیں، بال بنائے تو پلکیں نم ہو گئیں۔ ”سوری پپا۔“

متلاشی نگاہوں سے بیگ ڈھونڈا اور فون نکال کر نورین کا نمبر ملایا لیکن اس سے قبل کہ وہ کال اٹینڈ

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

ہوتی، دستک دیے عون اندر داخل ہوا رباب چونکی پھر فون بیگ میں ڈالا۔ کن اکھیوں سے عون کو دیکھا جو خود اسے اپنے کرتے میں ملبوس دیکھ کر حیران کھڑا تھا۔ نروس ہونے کے باوجود اسے مکمل نظر انداز کرتے بیگ سے ایسی چیز ڈھونڈنے لگی جو شاید اس میں تھی ہی نہیں۔

عون غصے سے رباب کی طرف بڑھا۔

"تمہاری جرأت کیسے ہوئی میرے کپڑوں کو ہاتھ لگانے کی"

"تو اس میں کون سی قیامت آگئی۔ میں نے اپنے کپڑے دھوئے ہیں، صبح واپس کردوں گی تمہاری شرٹ۔" خفگی سے کہتے وہ صوفے کی طرف بڑھ گئی۔

"صرف واپس ہی نہیں کرنی محترمہ اسے دھو کر استری کرنا ہے۔" اس کے خفگی سے بھرپور لہجے پر رباب نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ بیڈ پر بیٹھا، جھک کر جوتے اتار رہا تھا۔ اس نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔ عون اٹھا، کپڑے نکالے اور باتھ روم میں گھس گیا۔

رباب نے پاؤں اوپر کرتے گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے۔ ایک تھکن تھی جو پورے وجود کو گھیرے میں لیے ہوئے تھی۔

"پاپا کیا سوچ رہے ہوں گے۔" بند پلکوں کے پیچھے آنسو لرزنے لگے لیکن وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی، اسی لیے بے دردی سے چہرہ رگڑا۔ تب ہی عون باہر آیا اور تولیہ اسٹینڈ پر لگا دڈالی۔

"یہ کیا کچرا پھیلا رکھا ہے؟" اس نے رباب کے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔

"کچرا ہوگے تم خود۔" وہ بھی دانت پیسے اٹھی۔

"شٹ اپ!" عون نے غصے سے کہا اور تولیہ کارپٹ پر دے مارا۔

"اسی غصے میں مر جانا تم۔" عون دانت پیستا اس کی طرف بڑھا۔

"کیا بکواس کی ہے تم نے؟"

"تم اپنی حد میں رہو عون! اگر تم ایک قدم بھی آگے بڑھے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" رباب دو قدم پیچھے ہٹی جبکہ عون کے قدم گویا زمین نے جکڑ لیے۔ لعنت ہے دل پر، انتہائی غصہ کے باوجود رباب کا کہنا ٹالنے کی اس میں جرأت نہ تھی۔

"تم کیا سمجھ رہی ہو، مجھے شوق ہے تمہارے پاس آنے کا؟ کس بھول میں ہو تم۔ ہاں۔" اس نے ضبط سے سرخ ہوتی نگاہوں سے رباب کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھا جو بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے تمہارے ہونے نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔ پہلے بھی کہا تھا، اب بھی کہہ رہا ہوں۔ میرے ساتھ بات کرتے ہوئے تھوڑا لہجے کو کنٹرول کیا کرو اور ہاں، اہم بات یہ میرا کمرا ہے۔ یہاں کی ہر چیز میری ہے تو بیڈ کی طرف دیکھنا بھی مت، ہاں۔"

اندر کی ساری کھولن رباب پر انڈیلتے وہ پلٹا اور دھڑام سے اوندھے منہ بیڈ پر گرا۔

☆☆☆

"آپ کے فون میں فردا کی تصویر نہیں ہے؟" ماہین نے سامنے صوفے پر لیپ ٹاپ پر مصروف تیمور کی طرف دیکھا، جواباً وہ اس کی طرف دیکھتے مسکرایا۔ ان کی شادی کو ڈیڑھ ماہ ہو چکا تھا۔ سلطان بھائی نے ماہین کو فلیٹ گفٹ کیا تھا، تیمور نے اس کا ایک اکاؤنٹ اوپن کروا کر چیک بک اس کے حوالے کی تھی، یہ کہتے ہوئے کہ اسے بہت سے معاملات نمٹانے کے لیے اکثر گھر سے باہر رہنا پڑتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں ماہین کو کسی قسم کی کوئی پریشانی نہ اٹھانا پڑے۔ اس روز ہفتہ تھا اور تین روز سے تیمور گاؤں سے واپس آیا تھا۔ ماہین اس کے سیل فون میں ولید اور وینزہ کو دیکھ چکی تھی تب ہی فردا کا پوچھا۔

"نہیں، مجھے اچھا نہیں لگتا یوں گھر کی خواتین کی تصاویر سیل میں رکھنا، بچوں کی بات الگ ہے۔" تیمور نے نرمی سے جواب دیا۔

"فردا کیسی ہیں دیکھنے میں؟" تیمور نے اس کے

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

متجسس لہجے پر بے ساختہ نگاہ اٹھائی۔

"بہت خوب صورت ہے۔"

"اچھا۔" بجھے بجھے لہجے میں کہتے وہ پھر سے فون تصویریں دیکھنے لگی، تیمور چند لمحے بہت محبت سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا، پچھلے چند دنوں سے اس کی طبیعت اپ سیٹ تھی، چہرے پر زردی سی تھی۔

بہت خیال رکھا کرو اپنا
میری زندگی میں بہت خاص ہو تم

اس بے ساختہ شعر پر ماہین نے نگاہ اٹھائی تو تیمور کو خود کو دیکھتے پایا۔

"تم سے کہہ رہا ہوں ماہی! خیال رکھا کرو اپنا۔"

"اتنا تو رکھتی ہوں۔" بالوں کی لٹ کان کے پیچھے اڑستے نگاہ جھکالی۔ تیمور نے بھی گہری سانس لیتے توجہ لیپ ٹاپ کی طرف مبذول کی مگر ماہین کی موجودگی میں اس کا کسی اور چیز پر دھیان کیسے جا سکتا تھا۔ نگاہ بار بار بھٹک کر ماہین کے چہرے کا طواف کرتی تو ذہن بھٹک جاتا۔

"آپ اتنی دیر سے کیا کر رہے ہیں لیپ ٹاپ پر۔" ماہین فون رکھتے اس کے پاس صوفے پر آ بیٹھی، دھیمی سی خوشبو نے تیمور ملک کو اپنی لپیٹ میں لیا تو گہری سانس لی۔

"آصف بھائی نے میل بھیجی ہے، وہ پڑھ رہا ہوں۔"

"ہیں؟" وہ حیران ہوئی۔ "صرف ایک میل پر پون گھنٹہ سے لگے ہیں؟" تیمور دلکشی سے مسکرایا پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبا لیا۔

"تمہاری موجودگی میں ایک میل تو کیا میں ایک جملہ تک نہیں پڑھ سکتا اور سچ کہوں تو اگر پڑھ بھی لوں تو سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔" ماہین نے اس کا خوبرو چہرہ دھیان سے دیکھا جہاں دلکش مسکان کھیل رہی تھی۔

"اب بھی دیکھ لو، چار بار پڑھ چکا ہوں پھر بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ آخر وہ کہنا کیا چاہتے ہیں۔" لہجے میں بے بسی در آئی تو ماہین نے لیپ ٹاپ اپنی طرف کھسکایا۔ چند لمحے اسکرین دیکھتی رہی اور تیمور بائیں ہتھیلی پر چہرہ ٹکائے اسے دیکھتا رہا۔

"ارے واہ، آصف بھائی اپنے اسکول کو کالج پول تک اپ گریڈ کر چکے ہیں۔ کالج کا افتتاح ہے بیس تاریخ کو، آپ کو انوائٹ کیا ہے۔"

تبسم سے لہجے میں کہتے تیمور کی طرف دیکھا جو ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہا تھا۔ صاف لگ رہا تھا اس نے ایک لفظ بھی نہیں سنا، ماہین نے اسے خفگی سے گھورا۔

"آپ بہت خراب ہیں تیمور!" اس نے اٹھنا چاہا تو تیمور نے ہاتھ پکڑ کر پھر سے بٹھا لیا لیکن اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتا، سلطان بھائی کی کال آ گئی۔

"السلام علیکم، جی بھائی..... جی ماہین بھی ٹھیک ہے۔ آج شام اپائنٹمنٹ لیا ہے ڈاکٹر سے۔ بہتر، میں آ رہا ہوں۔" فون جیب میں ڈالتے ماہین کی طرف دیکھا تو ہنس دیا۔ وہ منہ کھولے اسے گھور رہی تھی۔

"منہ بند کرو، مکھی گھس جائے گی۔" بال بناتے چیئر اچھال پلٹ کر اس کے پاس آ گیا۔

"ابھی گھنٹہ قبل آئے تھے گاؤں سے، پھر جا رہے ہیں؟"

"گاؤں نہیں، سلطان بھائی ادھر آئے ہیں۔ انہوں نے کسی سے ملوانے کے لیے بلایا ہے۔ ڈونٹ وری، میں جلد واپس آ جاؤں گا اور مجھے معلوم ہے، ہمیں ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔ اگر تم کہو تو فراز بھائی کی طرف چھوڑ دوں؟"

"نہیں، میں یہیں ٹھیک ہوں جب تک آپ آئیں گے، میں کھانا بنا لوں گی۔"

"خبردار....." تیمور نے اسے گھورا۔ "خبردار اگر تم نے کچن میں قدم بھی رکھا تو بری طرح پیش آؤں گا۔ میں واپسی پر خود لیتا آؤں گا کھانا۔" جھک کر والٹ اٹھاتے ہاتھ پکڑ کر اسے بھی کھڑا کیا۔

"کبھی کبھی میرا مغرور ہونے کو دل چاہتا ہے۔"

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

تیمور کے ہاتھ میں دبے اپنے ہاتھ کو دیکھتے اس کے ساتھ قدم قدم چلتے ماہین نے تیمور سے کہا تو وہ ہنس دیا۔

"تو ہو جاؤ مغرور، خوب صورت لوگوں پر غرور جچتا بھی ہے۔" بیرونی دروازے کے قریب اسے اپنے روبرو کرتے تیمور سنجیدہ ہوا۔ "اگر دنیا کی تمام حسین خواتین ایک طرف ہوں اور دوسری طرف میری ماہی ہو تو مجھے اس کے علاوہ کوئی نظر نہیں آئے گا کیونکہ یہ میری محبت کا چہرہ ہے۔ فردا میری بیوی ہے، میرے دو بچوں کی ماں، میرے دل میں اس کی بہت عزت ہے مگر جو مقام ماہین تیمور کا ہے، وہ کوئی دوسرا نہیں لے سکتا۔ آئندہ تم خود کو کسی سے کمپیئر مت کرنا ورنہ تم میری توہین کرو گی۔" اس کے بالوں کو لبوں سے چھوتے وہ گیٹ کھولتے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

کتنی محدود ہے دنیا میری
اک میں ہوں، اک محبت تیری

عون کے الفاظ نے اسے بری طرح ہرٹ کیا تھا او وہ روتے ہوئے رات دو بجے کے قریب سوئی تھی۔ عون بھی بے چینی سے کروٹیں بدلتے دیر سے ہی سویا تھا لیکن اس کی آنکھ صبح فجر کے وقت خود بخود کھل گئی تھی، چند لمحے چھت کو دیکھتا رہا پھر اٹھ گیا۔ رباب صوفے پر سکڑی سمٹی ہوئی تھی۔ واش روم کی طرف بڑھتے عون کے قدم اس کے قریب تھم گئے۔ وہ دوزانو بیٹھا پھر تیزی سے واش روم چلا گیا۔ وضو کے بعد تہجد پڑھی پھر ڈریسنگ روم سے نکلا تو جینز شرٹ میں ملبوس تھا۔ بال بنائے، پلٹ کر صوفے کے پاس آیا۔

چند پل کے لیے سوچا پھر جھک کر نرمی سے چادر اٹھا کر اڑھائی اور موبائل اور والٹ اٹھائے باہر نکل گیا۔

صبح رباب کی آنکھ کھلی تو وہ پہلے تو سمجھی نہیں کہ کہاں ہے پھر ایک دم ذہن میں کچھ کلک ہوا، تیزی سے اٹھتے اردگرد دیکھا مگر عون کہیں نہیں تھا۔ گہری سانس لیتے، کپڑے بدل کر فجر کی نماز پڑھنے کے بعد باہر نکل گئی۔ کلثوم نے اسے صبح ہی بتا دیا تھا۔

"آج تیمور اور ان کے بچے دوپہر کا کھانا یہاں کھائیں گے، انتظام کر لینا۔"

تیمور دوپہر کو نہیں آ سکے، شام میں وہ اپنے دو بیٹوں، بہو اور پوتی کے ساتھ حویلی آئے، دنیزہ تو لدی پھندی رباب کی طرف بڑھی، انداز میں والہانہ پن تھا۔

"کیسی ہو تم؟"

"ٹھیک ہوں۔" اسے اس قدر والہانہ پن کی توقع نہیں تھی۔ رباب کی نگاہ کلثوم کی طرف اٹھی جو خشمگین نگاہوں سے اسے گھور رہی تھیں۔

"ہم تو دوپہر کو آنے والے تھے مگر صبح فجر کے وقت عون کی کال آ گئی۔ آپی، رباب کے لیے شاپنگ کر لیجیے گا یاد سے، اس کے پاس کپڑے، جوتے نہیں ہیں۔ آؤ تمہیں دکھاؤں، میں صبح سے ولید کے ساتھ بازار گئی ہوئی تھی۔"

"آپ چلیے پلیز، میں آتی ہوں۔" رباب نے نرمی سے دنیزہ کے ہاتھ سے ہاتھ نکالا۔

رباب جب ہال میں داخل ہوئی تو سب کی نگاہیں اس کی طرف اٹھیں، تیمور اس کی طرف دیکھ کر نرمی سے مسکرائے۔ ولید بیٹی کو گود میں لیے کھڑا ہوا جبکہ دانیال بے ساختہ اس کی طرف بڑھا۔

"تو آپ ہیں ام رباب۔" صد شکر کہ وہ تین قدم کے فاصلے پر قدم روک چکا تھا ورنہ جس انداز میں وہ آگے بڑھا تھا۔ یوں لگ رہا تھا، گلے ہی لگ جائے گا۔

"جاؤ، کھانا لگاؤ۔" تعارف کے بعد کلثوم کے کہنے پر رباب کچن کی طرف بڑھ گئی تو دانیال بھی پیچھے ہی آ گیا۔

"آپ مجھے بہت اچھی لگی ہیں ام رباب۔" اس کے انداز میں اس قدر سادگی اور بے ساختہ پن تھا کہ وہ بے ساختہ مسکراتے ہوئے پلٹی۔ وہ عون کے جتنا لمبا تھا، رنگت بھی ویسی ہی گلابی تھی البتہ اس کے

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

چہرے پر نرمی کا سا تاثر ابھر رہا تھا جبکہ عون کے تیکھے نقوش اسے مغرور بناتے تھے۔

"کیوں اچھی لگی ہوں؟" وہ بازو سینے پر لپیٹے بولی، لہجے میں شرارت تھی۔

دانیال نے شانے اچکائے، "پتا نہیں ویسے بھی کسی کو پسند کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی، کھانا آپ نے بنایا ہے؟"

"نہیں بھئی، مجھے کوکنگ بالکل نہیں آتی۔ یہ آپ کی تائی جان کا حکم ہے، مجھے ملازماؤں کے ساتھ رہنا چاہیے۔" دانیال کی مسکراہٹ سمٹی۔

"او کے دانیال صاحب! آپ باہر چلیے۔ کھانا لگا دیا حنیفہ۔"

رباب ان کے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہوئی تھی، تیمور نے بھی چند لقمے لے کر ہاتھ کھینچ لیا۔

"کیا ہوا تم کھا کیوں نہیں رہے تیمور؟" کلثوم کو ان کا ہاتھ روک لینا برا لگا۔

"مجھے بھوک نہیں بھابھی! میں چلتا ہوں۔ بیٹا! آپ لوگ انجوائے کریں۔"

وہ باہر صحن میں آئے۔ چاند کی چودھویں تاریخ تھی، پورا صحن بنا کسی لائٹ کے جگمگا رہا تھا۔ سامنے کین کی کرسی پر بیٹھی نظر آ گئی، وہ بے ساختہ اس کی طرف بڑھے۔ چند لمحے اس کی بند پلکوں کو دیکھا، پھر بنا آواز پیدا کرتے سامنے بیٹھ کر اس کا ہاتھ نرمی سے تھاما تو رباب نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ تیمور نے اس کی آنکھوں میں چمکتی نمی کو دیکھا تو لب بھینچ لیے۔

"میں نے منع کیا تھا نا آپ کو بیٹا! یہ شادی نہ کرنا۔" ان کے لہجے میں بے بسی سی تھی۔

ام رباب نے ہاتھ ان کے ہاتھ سے نکالتے ان کا چہرہ بغور دیکھا۔

"آپ کو میری اتنی فکر کیوں ہے سر؟"

"بیٹیاں تو سب کی سانجھی ہوتی ہیں بچے۔"

"میں آپ کے جذبات کی قدر کرتی ہوں مگر کچھ چیزیں ہمارے اختیار میں نہیں ہوتیں۔ بس ان کو ہونا ہوتا ہے، سو ہو جاتی ہیں۔"

وہ جھٹکے سے اٹھ کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

سلطان نے تیمور کو وکیل سے ملنے کے لیے بلایا تھا، وہ فلیٹ جو انہوں نے گفٹ کیا تھا، تیمور کے نام تھا اور اب وہ چاہتے تھے' اسے ماہین کے نام کر دیں۔ وکیل کے جاتے ہی تیمور کھڑا ہوا۔

"میں چلتا ہوں بھائی۔"

"ٹھیک ہے۔ کل تم اسے ماہین سے سائن کروا لانا اور ہاں۔" فائل اس کی طرف بڑھاتے وہ رکے تو تیمور نے سوالیہ نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔

"بابا سائیں ادھر ہی ہیں، میرا مشورہ مانو تو ماہین کو صومیہ بھابھی (آصف کی بیوی) کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس بھیج دو۔"

"وہ میری ذمہ داری ہے بھائی۔" تیمور واپس بیٹھا۔ "میں اس کی خراب حالت میں کیسے اسے کسی دوسرے کے سپرد کر دوں۔"

"سپرد کرنے کو کون کہہ رہا ہے یار۔" سلطان مسکرائے۔ تیمور جھینپ گیا۔

"سوری، میرا وہ مطلب نہیں تھا۔"

"کوئی بات نہیں، مگر مشورہ یہی ہے احتیاط کرو۔"

"یوں چھپنے سے تو کچھ نہیں ہوگا بھائی! شادی کی ہے۔ اتنی چھوٹی بات نہیں کہ ہمیشہ کے لیے چھپی رہ سکے۔ کبھی نہ کبھی تو انہیں معلوم ہوگا ہی۔"

"بات تو ٹھیک ہے لیکن جب تک چھپا سکتے ہو، چھپاؤ۔ بابا سائیں کو معلوم ہونے کا مطلب طوفان کی آمد ہے اور میں نہیں چاہتا، میرے بھائی کی خوشیوں بھری زندگی میں کوئی پریشانی ہو۔"

"آپ کی دعائیں ساتھ رہیں، ایسا ہی ہوگا، اب جاؤں۔"

"ہاں جاؤ، اللہ حامی و ناصر۔" تیمور کو خوشی سے مسکراتے ہوئے دیکھ کر سلطان کو ذرا بھی احساس نہیں تھا کہ ان کا ڈر حقیقت کا روپ دھارنے والا تھا۔ ان کی زندگی میں طوفان اٹھنے والا تھا۔

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

ان کے ہاں خوش خبری تھی، کلینک سے باہر تیمور کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ وہ اس قدر خوش تھا گویا پہلی بار اس رتبے پر فائز ہونے والا ہو جبکہ ماہین شرمیلی سی مسکان چہرے پر سجائے تیمور کے پاگل پن کو دیکھ رہی تھی۔

''آج میں بہت خوش ہوں، اتنا خوش زندگی میں کبھی نہیں ہوا ماہی۔''

اس کا ہاتھ تھامتے جذب سے کہا تو ماہین ہنس دی۔

''چلو شاپنگ کرتے ہیں۔''

اور اس روز تیمور نے دل کھول کر ماہین کے منع کرنے کے باوجود ڈھیروں کپڑے، جوتے، جیولری دلوائی تھی۔ گولڈ کا خوب صورت بریسلیٹ، مٹھائی فروٹ لے کر وہ لوگ ابھی راستے میں تھے جب دلاور ملک کی کال آ گئی۔ گاڑی سائڈ میں روکتے تیمور نے کال اٹینڈ کی۔

''السلام علیکم! بابا سائیں۔''

''وعلیکم السلام۔ کہاں ہو تم اس وقت ملک؟'' یہ ان کا مخصوص انداز تھا۔ جب بھی وہ غصے میں ہوتے تو نام کے بجائے کاسٹ سے بلاتے تھے، تیمور الجھا۔

''جی میں شہر میں ہوں، خیریت بابا سائیں؟''

ماہین نے بے ساختہ تیمور کا —— خوشی سے دمکتا چہرہ ماند پڑتے دیکھا۔

''یہ میں جانتا ہوں، تم شہر میں ہو۔ ہفتے میں پانچ دن تمہارے ادھر ہی گزرتے ہیں۔'' ان کا لہجہ ترش تھا۔ تیمور کا دل کسی انہونی کے احساس سے دھڑکا۔

''یہ بتاؤ کہ اس وقت کس جگہ ہو؟''

''جی میں......'' اس نے ایک نظر اپنی طرف متوجہ ماہین کو دیکھا۔ ''آصف بھائی کی طرف۔'' غلط بیانی سے کام لیتے اسے دانتوں تلے پسینہ آیا۔

''شاباش تو آصف کو فارغ کر کے فوراً حویلی پہنچو۔'' ان کے لہجے میں ایسا کچھ تھا جس نے تیمور کے ہاتھ سن کر دیے تھے۔ فون بند ہو چکا تھا۔

''آپ ٹھیک ہیں۔ کیا کہہ رہے تھے بابا سائیں؟'' ماہین نے اس کا ہاتھ چھوا تو تیمور کو سنبھلنا پڑا۔ وہ ماہین کو کوئی بری خبر نہیں دینا چاہتا تھا۔ اسی لیے مسکراتے ہوئے فون ڈیش بورڈ پر رکھا۔

''کچھ خاص نہیں۔ بس کہا کہ فوراً حویلی پہنچوں۔'' تیمور نے کہہ کر بات بدل دی تھی۔

''مجھے لگتا ہے کہ بابا سائیں کو معلوم ہو گیا ہے۔'' گھر آتے ہی ماہین کو سب سچ بتانے کا ارادہ کیا۔ ''وہ غصے میں تھے فوراً حویلی بلایا ہے۔''

''اب کیا ہوگا؟''

''کچھ بھی نہیں، بس کچھ عرصہ ناراض ہوں گے پھر سب ٹھیک ہو جائے گا، ان شاء اللہ۔ پھر بھائی بھی تو ساتھ ہیں۔ تم پریشان مت ہونا اور ہاں۔'' ماہین کے آنسو پوروں پر چنتے وہ ازحد سنجیدہ تھا۔

''اگر تم چاہتی ہو کہ میں ان تمام حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کروں تو رونا بند کرو اور مجھے مسکراتے ہوئے رخصت کرو۔''

''آپ جہاد پر جا رہے ہیں؟'' ماہین اس کے ڈائیلاگ پر ہنس دی تو تیمور بھی مسکرا دیا۔

''اپنا بہت خیال رکھنا، ہو سکتا ہے، میں کافی دن نہ آ سکوں تو میں بھائی سے کہوں گا وہ تمہیں فراز بھائی کی طرف چھوڑ دیں گے۔ یہ فلیٹ تمہارے نام ہے، اکاؤنٹ میں مزید پیسے ٹرانسفر کر دوں گا۔ تم کسی بات کی ٹینشن نہ لینا۔''

''آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟'' ماہین نے اس کا ہاتھ جکڑا۔

''ریلیکس۔ حفظ ماتقدم کے طور پر کہہ رہا ہوں۔ چند دنوں کی بات ہے پھر ہم ساتھ ہوں گے۔''

(اور تیمور ملک زندگی میں شاید پہلی بار ان شاء اللہ کہنا بھول گیا تھا)۔

☆☆☆

آنے والے دنوں میں ام کلثوم نے اسے واقعی ملازمہ ہی بنا دیا تھا۔ صبح فجر کے بعد سے وہ ملازماؤں

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

کے ساتھ اٹھتی تھی۔ تمام حویلی کی صفائی اور تینوں وقت کا کھانا اس کے ذمے تھا، جسے وہ حنیفہ کے ساتھ مل کر بناتی تھی۔ اس کی نرم ہتھیلیوں پر آبلے پڑ چکے تھے، مگر وہ اپنی تکلیف سے بے حس ہو چکی تھی۔ گھر سے کوئی اسے کال نہ کرے، اس نے موبائل بند کر دیا تھا۔

عون بھی اس روز کے بعد سے حویلی نہیں آیا تھا۔ رباب کو ماں کے سپرد کر کے لاپروا ہو چکا تھا اور اس کے وہ الفاظ تین ہفتوں بعد بھی ام رباب کو یاد آتے تو وہ ان دیکھی آگ میں سلگ جاتی تھی۔

سلطان کا رویہ کلثوم کے برعکس بہت نرم تھا، اس کے ساتھ مگر وہ بہت کم حویلی آتے تھے۔ ان کے سینکڑوں کام تھے باہر، ایک بے حسی سی تھی جو ام رباب کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔ اسے کسی چیز کی پروا نہیں تھی۔ اسے عون سے بھی شکایت نہیں تھی، یہ سزا اس نے خود چنی تھی اور اسے بھگتنا ہی تھا، ان سب میں دانیال واحد ایسا وجود تھا جس سے مل کر رباب کے دل کو سکون محسوس ہوتا تھا، وہ جب بھی آتا اس کے لیے چاکلیٹ ضرور لاتا تھا۔ ایک بار اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"تم میرے لیے چاکلیٹ کیوں لاتے ہو؟"

اور دانیال نے اسی سادگی سے جو اس کی شخصیت کا خاصا تھی، جواب دیا تھا۔

"کیونکہ آپ کو چاکلیٹ کھلا کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔" ریپر اتار کر چاکلیٹ اس کی طرف بڑھاتے وہ معصوم سا بچہ لگا تھا۔

☆☆☆

اس روز تیمور اور دانیال شام کے وقت ان کے پورشن میں آئے تو رباب باورچی خانے میں چائے بنا رہی تھی۔ آج سونی بھی یہاں موجود تھی کہ حنیفہ کی طبیعت ناساز تھی۔ سونی بھی اسے اپنی ہی حیثیت میں دیکھتی تھی اگر مالکان ہی اسے وہ مقام نہیں دیتے تو وہ کیوں احترام کرتی۔ اس وقت مہندی رنگ کی لمبی قمیص کے ساتھ ٹراؤزر پہنے تھی جبکہ دوپٹہ ایک شانے پر جھول رہا تھا۔ پاؤں میں سیاہ دوپٹی چپل تھی۔

"اونہہ، نہ جانے سمجھتی کیا ہے خود کو۔" سونی نے ایک نفرت بھری نگاہ اس پر ڈالی۔

رباب نے جھکی نگاہوں کے باوجود سونی کی نظروں کو شدت سے محسوس کیا مگر عون کے رویے کے بعد سے وہ بے حس ہو کر رویوں پر غور کرنا چھوڑ چکی تھی۔ حویلی کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے وہ مردوں کے سامنے دوپٹہ اوڑھ کر آتی تھی مگر اس وقت سونی کی نگاہیں اس کے ضبط کا گویا امتحان تھیں۔ اسی لیے چائے لے کر تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔

اور اسے دیکھ کر کلثوم کا غصہ عود کر آیا، تیمور اور دانیال کی موجودگی میں وہ دوپٹا صرف ایک شانے پر ڈالے تھی۔

"تم جاؤ، میں خود چائے دے دوں گی۔" کلثوم نے گویا دانت پیسے اس کی بے پردگی پر۔ تیمور کو تو گویا اس کے کسی بھی انداز اور روپ سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا جبکہ دانیال نے تو اس کا آنا بھی محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے فون پر مصروف تھا۔ تائی کے درشت لہجے پر نگاہ اٹھائی، ایک نظر تائی کے بعد رباب کے سہمے وجود کو دیکھا تو گویا سر جھٹک کر ان کی سوچ پر افسوس کیا جبکہ رباب نے بھی محسوس کیا تھا، دانیال کا بار بار اس کی طرف آنا اور رباب کے لیے چاکلیٹ لانا کلثوم کو پسند نہیں تھا۔

☆☆☆

"تو تم آصف کے ساتھ تھے؟" تیمور جیسے ہی حویلی پہنچا، ولاور ملک نے اسے ڈیرے پر بلا لیا تھا کیونکہ گھر میں فردا اور کلثوم تھیں۔ وہ نہیں چاہتے تھے ان دونوں کو کچھ بھی خبر ہو۔ اس وقت تیمور ولاور ملک کی چارپائی کے ساتھ کسی نالائق اسٹوڈنٹ کی طرح کھڑا تھا (بظاہر پُراعتماد مگر اندر سے قدرے نروس) تیمور آتے ہوئے سلطان کو بتا رہا تھا، وہ بھی بس پہنچنے والے تھے۔

"جی بابا سائیں!" سر اٹھا نہیں، نظریں جھکی تھیں۔

"یہی بات میری آنکھوں میں دیکھ کر کہو

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

ملک۔'' تیمور نے بے بسی سے ان کی طرف دیکھا۔

''اب میں تمہیں بتاتا ہوں۔'' ملک دلاور اٹھ کر اس کے مقابل آئے۔ ''پچھلے ڈھائی ماہ سے جو تمہارے تیور بدلے ہیں نا، وہ میری نگاہوں سے ہرگز چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ تمہارے شہر کے چکر بلاوجہ تو نہیں تھے، مجھے بہت بھروسا تھا اپنی اولاد پر لیکن خیر......'' انہوں نے ہاتھ جھلایا۔ ''تمہیں شرم نہیں آئی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری عورتوں کے ساتھ گھومتے ہو؟'' ان کے دوسری عورتوں کہنے پر تیمور نے جھٹکے سے سر اٹھا کر ان کا چہرہ دیکھا۔

''بیچ میں بولنا مت ملک! ایک بیٹے کے باپ ہو، دوسرا چند ماہ میں دنیا میں آجائے گا۔ یہی کرتوت رہے تو کیا منہ دکھاؤ گے اولاد کو، کس منہ سے بچوں کو حرام حلال میں فرق بتاؤ گے جس نے بیوی کے ہوتے ہوئے رکھیل......''

''بابا سائیں......'' ملک دلاور کے وہ الفاظ کسی کوڑے کی طرح تیمور کو لگے، جس سے اس کا پورا وجود لہولہان ہوگیا۔ وہ ضبط کھوتے چلا اٹھا۔

''آپ میری بیوی کے لیے ایسے الفاظ نہیں بول سکتے۔''

''بیوی؟'' دلاور ملک نے تیمور کا لہو رنگ چہرہ بغور دیکھا۔

''جی بیوی۔'' اس نے جم کر باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔

''نہ میں تم سے مزید کچھ پوچھوں گا، نہ تم مجھے قائل کرنے کے لیے دلائل دو گے ملک! میں تمہیں صرف ایک چیلنج دے رہا ہوں۔ تم چھ ماہ اس لڑکی سے دور رہو۔ اس گاؤں سے باہر نہ جاؤ، جب تک کہ تمہارا دوسرا بچہ دنیا میں نہیں آجاتا (اور اس کا کیا جس کا پہلا بچہ دنیا میں آرہا ہے؟) میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں وہ لڑکی تمہیں کبھی پلٹ کر بھی نہیں دیکھے گی۔ جب تم اس کے سامنے نہیں جاؤ گے تو محبت کا بھوت دم دبا کر بھاگ جائے گا۔''

''اور اگر ایسا نہ ہوا تو......؟'' تیمور کا انداز بھی جوابا چیلنجنگ تھا۔ باپ بیٹے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے روبرو تھے۔

''اگر ایسا نہ ہوا تو میں وعدہ کرتا ہوں، اسے بہو قبول کرلوں گا۔'' ان کے الفاظ تھے یا خوشی کی نوید تیمور کا چہرہ دمک اٹھا۔ دلاور ملک نے بے ساختہ اس کے وجیہہ چہرے سے نگاہ ہٹائی تھی۔

''مجھے منظور ہے بابا سائیں! میں چھ ماہ ماہین کے پاس نہیں جاؤں گا۔ اپنا وعدہ یاد رکھیے گا۔''

''یہ ایک مرد کا وعدہ ہے ملک! لیکن یاد رکھنا اگر اس دوران کوئی اونچ نیچ ہوئی، فروا کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچی تو میں تم دونوں کو معاف نہیں کروں گا۔ تمہیں شہر جانے کی اجازت ہے، فون بھی تمہارے پاس ہے، بات کرسکتے ہو۔ چاہو تو مجھ سے چھپ کر جا بھی سکتے ہو اس کے پاس مگر مجھے بھروسا ہے تم پر۔''

دلاور باپ تھے، جو اولاد کی رگ رگ سے واقف تھے۔ انہوں نے بیٹے کو بھروسے کی زنجیر میں جکڑ دیا تھا کیونکہ جانتے تھے بھروسے اور اعتماد سے مضبوط کوئی زنجیر نہیں ہوتی۔

☆☆☆

تین ہفتے بعد آخر عون عشاء کے بعد حویلی آہی گیا۔ اتنے دنوں بعد ام رباب کو دیکھنے کا تصور ہی اسے مسکرانے پر مجبور کر رہا تھا۔ اس سنگ دل لڑکی کو تو میرے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا، وہ جیسے رباب کے تصور سے شاکی ہوا۔

پہلے وہ ماں کے پاس گیا جو ایسے ہی کسی انسان کی منتظر تھیں جس کے سامنے اپنا غصہ نکال سکیں اور اب یہ عون کی قسمت تھی کہ باتیں سننا اس کے حصے میں آیا تھا۔

''تم اس لڑکی کو سمجھاؤ عون!''

''ہوا کیا ہے اماں۔'' ان کے ہاتھ ہاتھوں میں لیتے نرمی سے پوچھا، جوابا انہوں نے اس روز والا واقعہ کہہ سنایا۔

''تم اسے سمجھاؤ، یہاں ایسی بے شرمی نہیں چلے گی۔''

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

کلثوم کے الفاظ سے عون کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"آئندہ وہ مجھے بنا دوپٹے کے نظر نہ آئے اور مجھے اس کا دانیال کے ساتھ زیادہ گھلنا ملنا بھی پسند نہیں۔"

"جی بہتر، میں اسے سمجھاؤں گا۔" وہ وہاں سے اٹھا تو سارے موڈ کا بیڑا غرق ہو چکا تھا۔ وہ رباب کو جانتا تھا، تین ماہ وہ اس کے ساتھ یونیورسٹی میں رہی تھی اور اس دوران کبھی بھی اس نے رباب کو کسی لڑکے سے فرینک ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ مضبوط کردار کی لڑکی تھی، اس نے تو عون کے اظہار محبت کو بھی کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ یہ تو عون کی قسمت تھی کہ جھوٹ موٹ کے اظہار محبت میں اسے سچ میں ام رباب سے محبت ہو گئی تھی۔

گہری سانس لیتے خود کو نارمل کیا پھر ہلکے سے دروازہ بجا کر اندر داخل ہوا تو رباب آئینے کے سامنے کھڑی نظر آئی۔ کھٹکے کی آواز پر رباب نے بھی آئینے میں ابھرتے عکس کو دیکھا تو حیران رہ گئی۔

"تو یہ آ گیا۔" بہت دنوں بعد، خوش گوار سے احساس نے نرمی سے چھوا۔

"السلام علیکم۔" سنجیدہ سے پتھر مار انداز پر عون کے جذبات بھی سرد پڑ گئے۔

"وعلیکم السلام۔" سنجیدگی سے جواب دیتے آگے بڑھ کر الماری کھولی، دروازہ بند ہونے کی آواز پر پلٹ کر دیکھا۔ رباب باہر جاتے دروازہ بند کر گئی تھی۔

اس نے دانت پیستے دونوں ہاتھ الماری کے کھلے پٹوں پر پوری قوت سے دے مارے، تکلیف پورے وجود میں سرائیت کر گئی۔

"لعنت ہے مجھ پر، جو یوں اتنے دنوں بعد منہ اٹھائے چلا آیا ہوں۔" خود کو کوستے ٹھاہ کی زوردار آواز سے دروازہ بند کیا۔ فریش ہو کر آیا تو پتھریلے تاثرات میں نرمی در آئی۔ رباب ہاتھوں میں تھامی ٹرے میز پر رکھ رہی تھی۔ دل خوش گوار انداز میں دھڑکا مگر وہ خود کو بے نیاز ظاہر کرتے ڈریسنگ کے سامنے جا رکا۔

"اس کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے تھا۔" بال بناتے بے نیازی سے کہا۔

"تمہاری مرضی۔ میرا دل چاہ رہا تھا چائے پینے کو تو سوچا، تمہارے لیے بھی لے آؤں۔ شاید تمہیں طلب ہو۔"

رباب نے بھی اسی کے انداز میں بے نیازی سے کہتے ہوئے ایک کپ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا اور آرام سے بیٹھ گیا۔

"تمہارا دل چاہے تو پی لینا۔"

"اونہہ۔" عون نے سر جھٹکا، اس لڑکی سے کسی اچھے رویے کی توقع رکھنا بے وقوفی تھی اور ٹھنڈی چائے اسے بالکل پسند نہیں تھی، اسی لیے صوفے کی طرف بڑھ گیا۔ رباب نے ایک نظر اسے اپنی طرف آتے دیکھا پھر دوسری نظر بیڈ پر پڑے گیلے تولیے پر ڈالی۔

"اتنے بڑے ہو گئے مگر اتنا بھی نہیں معلوم گیلا تولیہ بیڈ پر نہیں ڈالتے۔"

اس نے عون کو گھورا (یہی کسر رہ گئی تھی)۔

"نہیں تو معلوم ہے نا۔ یہی کافی ہے۔" عون نے خفگی سی کہا۔ رباب نے تولیہ اسٹینڈ کی طرف بڑھتے پلٹ کر صوفے پر بیٹھتے عون کو دیکھا۔ وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گئی جبکہ عون منہ میں کچھ بڑبڑایا پھر کپ اٹھا لیا کیونکہ تھکن کے باعث واقعی چائے کی طلب تھی۔ رباب واپس پلٹی تو چونکی۔ عون سکون سے چائے پی رہا تھا مگر اس کے چونکنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے ہاتھ میں رباب والا کپ تھا جس سے وہ دو تین گھونٹ لے چکی تھی۔

"افوہ! یہ کیا کر رہے ہو؟" وہ جھنجلا کر عون کے سامنے آئی۔

"کیوں تمہاری قریب کی نظر خراب ہو گئی ہے، نظر نہیں آ رہا، چائے پی رہا ہوں۔" مزے سے گھونٹ بھرتے مصنوعی ہمدردی سے پوچھا۔

"چائے نظر آ رہی ہے مگر تم اس کپ سے کیوں

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

پی رہے ہو؟"

عون چونکا۔ کپ بے ساختہ آنکھوں کے سامنے کر کے پھر معائنہ کیا۔ پھر رباب کی طرف دیکھا۔

"کیوں اس میں بم فٹ کیا ہے تم نے؟" اس کے تاثرات گواہ تھے، اس نے لاعلمی میں کپ اٹھایا ہے۔ تب ہی رباب نے اسے بتانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

"نہیں خیر، ایسا تو کچھ نہیں، تم پیو۔" اپنا کپ اٹھاتے وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"اگر ٹیبل کر ہی لی تھی تو کچھ زیادہ چائے بنا لیتیں۔" کپ میز پر رکھتے وہ اٹھا۔ رباب کا منہ کی طرف کپ لے جاتا ہاتھ رکا، اس کی طرف دیکھا۔

"مطلب تمہیں مزید چائے چاہیے؟"

"ہاں، مگر کیا ہو سکتا ہے۔"

"تم یہ لے لو؟" رباب نے اپنا کپ اس کی طرف بڑھایا۔ عون نے آنکھیں چندھی کر کے اسے گھورا۔

"یہ تمہاری جھوٹی چائے میں پیوں؟ کم آن رباب!" اس نے گویا ناک سے مکھی اڑائی۔ رباب اس کے تاثرات سے محظوظ ہوئی۔

"کیوں نہیں پی سکتے میری جھوٹی چائے؟" (اگر اسے حقیقت پتا چل جائے تو؟)

"سنا ہے جھوٹا کھانے سے محبت بڑھتی ہے۔ تم یہی منصوبہ بنا رہی ہو گی۔ میں تمہاری جھوٹی چائے پی لوں اور مجھے تم سے محبت ہو جائے، اس طرح تم مجھے ہرا دو، واؤ۔ داد دیتا ہوں تمہاری پلاننگ کی۔" عون نے اسے سلیوٹ کیا۔

"سوری عون!" بمشکل ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں سرخ چہرے کے ساتھ وہ تیزی سے اٹھ کر باہر نکل گئی اور کچن میں آتے بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

سلطان صاحب نے ہال کمرے سے گزرے، کھنکتی ہنسی پر بے ساختہ باورچی خانے کی طرف دیکھا، پونے چار ہفتوں بعد انہوں نے اس لڑکی کی ہنسی سنی تھی، انہیں بہت اچھا لگا، وہ خود بھی مسکراتے ہوئے اسی طرف آ گئے۔

"کیا ہوا بیٹا آپ اکیلی ہنس رہی ہیں؟"

رباب اس آواز پر جھٹکے سے پلٹی (وہ کب آئے تھے؟) دوپٹہ سر پر ڈالتے سلام کیا۔

"جیتی رہو۔" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا پھر کچھ سوچ کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"عون کب آیا؟"

"جی ابھی عشاء کے بعد۔" سر جھکاتے بتایا تو سلطان اپنے انداز کی درستی پر مسکرا دیے۔

"اسے میرے پاس بھیجو بیٹا! میں باہر صحن میں ہوں۔" کہتے ہوئے پلٹ گئے۔

☆☆☆

سلطان، تیمور اور ولاور ملک کے درمیان ہونے والی گفتگو اور چیلنج سن کر چند لمحوں کے لیے چپ رہ گئے تھے پھر تیمور کا چہرہ دیکھا۔

"پھر کیا کرو گے اب؟"

"میں وعدہ کر چکا ہوں بابا سائیں کے ساتھ، میں ماہین کے پاس نہیں جاؤں گا۔ انہوں نے کال کی اجازت دی ہے، آپ اسے فراز بھائی کی طرف ڈراپ کر دیجیے گا۔ میں بھی بات کر لوں گا۔" سلطان بھائی نے سر ہلایا۔

"کیا مسئلہ تھا اس کے ساتھ۔ ڈاکٹر کو دکھایا تھا تم نے؟" بھائی کے سوال پر اس کے چہرے پر دلکش سی مسکان بکھری تو سلطان سمجھ کر مسکرا دیے پھر اس کا شانہ تھپکا۔ "مبارک ہو۔"

"تھینک یو بھائی! آپ ماہین کو فراز بھائی کی طرف ڈراپ کر دیجیے گا۔"

"میں کر دوں گا یار!"

☆☆☆

"السلام علیکم بابا! بلایا تھا آپ نے؟" سلطان کا پیغام ملتے ہی عون باہر نکل آیا وہ اسے کرسی پر بیٹھے نظر آ گئے۔

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

"وعلیکم السلام، کیسے ہو بیٹا؟" عون ان کے سامنے بیٹھا۔

"میں ٹھیک ہوں، آپ سے بہت دنوں بعد ملاقات ہو رہی ہے۔ میں آتے ہی سب سے پہلے آپ لوگوں کے روم میں گیا تھا۔ اماں نے بتایا، آپ دو روز سے باہر ہیں۔" سلطان اس کے انداز پر مسکرا دیے۔

"اگر تم ہمارے کمرے میں آنے سے قبل اپنے کمرے میں چلے جاتے، مجھے تب بھی اعتراض نہیں تھا۔" عون ان کے انداز پر جھینپ گیا۔

سلطان سنجیدہ ہوئے پھر بغور بیٹے کا چہرہ دیکھا۔

"تم میرے اکلوتے بیٹے ہو۔ میں چاہتا ہوں، تم خوش گوار ور آسودہ زندگی گزارو۔" عون نے چونک کر ان کا چہرہ دیکھا۔

"دیکھو بیٹے! نکاح ایک مقدس اور خوب صورت بندھن ہے جو بھی ہے جیسے بھی حالات میں سہی مگر تم نے اس بچی سے نکاح کیا ہے۔ وہ تمہاری بیوی ہے۔ تم جانتے ہو عورت کو مرد کی بائیں پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور بائیں طرف کیا ہوتا ہے؟" سلطان نے مسکراتے ہوئے بیٹے سے پوچھا۔

"دل...... دل ہوتا ہے بابا! آپ کو اتنا بھی نہیں معلوم؟" عون کو مصنوعی تاسف ہوا۔

"بہت اچھے، باپ سے مسخریاں۔" سلطان ہنس دیے۔ "تو عورت کو دل کے قریب سے پیدا کیا گیا ہے۔ سمجھنے والے کے لیے اشارہ ہے اور بھلا تمہیں وہ اشارہ معلوم ہوگا میرے شہزادے؟" ان کا انداز چیلنجنگ تھا۔

عون نے ایک لمحے کے لیے باپ کا چہرہ دیکھا پھر بازو سینے پر لپیٹتے اطمینان سے کرسی کی پشت سے پیچھے ٹیک لگائی۔

"اگر میں کچھ کہوں تو آپ تسلیم کرلیں گے؟"

"بالکل، تم کہو۔"

"عورت...... ماں ہو، بیوی، بہن یا بیٹی کسی بھی روپ میں ہو، وہ قابل احترام ہے۔ اللہ نے مرد کو قوی اور عورت کو نازک صف بنایا ہے اور دل والی سائڈ کی پسلی سے پیدا کرنے کا مطلب ہے، انہیں دل کے قریب رکھیں، چاہے وہ جس بھی روپ میں ہوں۔"

سلطان صاحب کے چہرے پر ستائش ابھری۔

"تم نے تو میری ساری تقریر اور دلائل پر پانی پھیر دیا میرے بیٹے! میں تو ابھی لیکچر دینے والا تھا اپنے بیٹے کو۔"

"اوہ سوری، آپ دے لیں لیکچر، میں ہمہ تن گوش ہوں۔"

"تم خرگوش بھی بن جاؤ تو میں ایک لفظ نہ سمجھاؤں تمہیں۔" مصنوعی خفگی سے کہتے سلطان کھڑے ہوئے تو عون نے بھی ان کی تقلید کی۔

"تین ہفتے چار دن...... اتنے ہی دن ہوئے ہیں ناں تم دونوں کے نکاح کو؟"

عون نے سر ہلایا۔

"میں نے کبھی اس بچی کے چہرے پر ہلکی سی مسکان بھی نہیں دیکھی۔ وہ کاموں میں گھن چکر بن چکی تھی، اگر بے رحم الفاظ استعمال کروں گا تو بے حس ہو چکی تھی۔" سلطان ازحد سنجیدہ ہوئے۔

"اور آج میں نے اسے اکیلے میں ہنستے دیکھا ہے۔" عون نے بے ساختہ حیرت سے ان کا چہرہ دیکھا۔ "اور اس کی ہنسی کی وجہ تم ہو عون!" (اب یہ تو آپ کی غلط فہمی ہے بابا! ام رباب، عون حدید کی وجہ سے غصہ تو کرسکتی ہے، ہنسنا تو دور مسکرا بھی نہیں سکتی)

"آپ حکم کریں تو میں جوکر بن کر اسے ہنساتا رہوں گا۔" سینے پر ہاتھ رکھتے سر خم کیا۔

"ڈرامے باز۔" انہوں نے عون کے سر پر چپت لگائی۔ "سنجیدہ ہو جاؤ، اکیس برس کی عمر میں ونیزہ ہماری زندگی میں آ چکی تھی۔"

"یعنی آپ مجھے اب میری عمر یاد دلا کر یوں طعنے دیں گے؟"

"میرا خیال ہے، جاؤ جا کر سو جاؤ۔" سلطان اسے گھورتے آگے بڑھ گئے۔

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

☆☆☆

دلاور ملک کے دیے گئے چیلنج کو پانچ ماہ بخیر و عافیت گزر چکے تھے، لیکن کس قدر مشکل سے گزرے تھے۔ یہ تیمور ملک اور ماہین تیمور کے دل جانتے تھے۔ وہ جنہیں ہر وقت نگاہوں کے سامنے دیکھنے کی چاہت لبوں پر ورد کی صورت جاری رہتی ہے، اگر انہیں دیکھنے کو آنکھیں ترس ہو جائیں تو جو دل پر بیتتی ہے، اسے کون جان سکتا ہے۔

جسم سے روح نچوڑ لیتا ہے
عشق جب ہجر اوڑھ لیتا ہے

عون جس وقت کمرے میں آیا، رباب دونوں پاؤں اوپر کیے گھٹنوں پر چہرہ ٹکائے، گویا اس کی منتظر تھی۔ عون ایک نظر اسے دیکھتے بیڈ کی طرف آیا۔

''تمہاری فیس جمع کروادی تھی، اگلے ہفتے سمسٹر اسٹارٹ ہو رہا ہے، پرسوں تم چلنا میرے ساتھ۔'' جوتے اتارتے وہ نیم دراز ہو گیا۔

''مجھے نہیں دینے پیپر و پیپر۔''

''ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔'' اس نے نگاہیں چھت پر جمائیں پھر کچھ سوچ کر رباب کی طرف دیکھا۔

''کیا بے چینی ہے تمہیں؟'' رباب جھنجلا گئی۔ اسے نیند آرہی تھی مگر وہ عون کے سامنے سو نہیں پارہی تھی۔

''میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

''کہو مگر جلدی، مجھے نیند آرہی ہے۔ صبح جلدی اٹھنا ہوتا ہے۔'' جمائی روکتے بوجھل لہجے میں کہا۔

''ڈونٹ وری۔ کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا تمہیں، جب تک دل چاہے سوئی رہنا۔'' عون نے تسلی آمیز انداز اپنایا۔ رباب نے مشکوک نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''تم اتنے اچھے کب سے ہو گئے ہو عون؟''

''پتا ہے کیا ام رباب! تم وہ لڑکی ہو جو کتے کی دم والی مثال پر ایک دم فٹ آتی ہو۔'' عون نے انتہائی شائستگی سے یوں طنز کیا گویا تعریف کر رہا ہو۔

''تعریف کے لیے شکریہ۔'' رباب نے سر خم کیا۔ عون نے دانت پیسے۔

''بے وقوف لڑکی۔ میں نے تعریف نہیں کی ہے۔''

''معلوم ہے مجھے، تم تعریف کر ہی نہیں سکتے۔ اب ٹو دی پوائنٹ، وہ بات کرو جس کے لیے خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہو۔'' اور عون نے بھی ٹو دی پوائنٹ بات کی۔

''دانیال کے ساتھ زیادہ فرینک ہونے کی ضرورت نہیں۔'' رباب کی نیند بھک سے اڑ گئی، خفگی سے عون کو گھورا۔

''تم شک کر رہے ہو مجھ پر؟''

''نہیں۔ بس عام سی بات کہہ رہا ہوں۔ تم لوگوں کو باتیں بنانے سے روک نہیں سکتیں۔''

''یہ تمہاری زبان نہیں ہے، تم تو یہاں تھے ہی نہیں۔ یہ حکم والدہ محترمہ کی طرف سے جاری ہوا ہے نا۔'' ام رباب کے پُریقین لہجے پر عون اسے دیکھ کر رہ گیا۔

''تمہارا جو دل چاہے، تم سمجھنے میں آزاد ہو۔'' اس نے شانے اُچکائے۔

''اونہہ، جب تمہارے پاس کسی سوال کا جواب نہیں ہوتا، تم یہی جملہ بولتے ہو۔'' صوفے کی بیک سے ٹیک لگاتے رباب کے انداز نے باور کروایا، وہ جتنی بے پروا نظر آتی تھی عون سے مگر حقیقت میں تھی نہیں۔ اس کی ایک ایک عادت وہ نوٹ کرتی تھی۔

''اوکے اگلی بات۔ آئندہ تم بنا دوپٹے کے مجھے نظر نہیں آؤ گی۔''

''وہاٹ...... کیا کہا تم نے؟'' رباب جھٹکے سے سیدھی ہو بیٹھی۔

''یہی کہ تم اس کمرے سے باہر بنا دوپٹے کے نہیں جاؤ گی اور یہ میرا حکم ہے۔ یہ تمہارا کمرہ ہے، جیسے دل چاہے رہو مگر کمرے سے باہر دوپٹا سر پر نہیں تو شانوں پر ضرور پھیلا ہو۔ از دیٹ کلیئر۔''

''ہوں......'' رباب سمجھنے والے انداز میں کہتے ہوئے بیڈ کے قریب آئی۔ عون ایک دم اس کے یوں

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

قریب آنے پر چپ رہ گیا۔

"یہ تمہاری نہیں، تمہاری ماں کی زبان ہے۔"

"شٹ اپ، جسٹ شٹ اپ...... تم اماں کا نام اتنی بدتمیزی سے لینے کی جرأت بھی کیسے کر سکتی ہو؟" غصے سے کہتے وہ اس کے روبرو کھڑا ہوا۔

"ہچ......" اس نے افسوس سے سر جھٹکا۔ "تم جانتے ہو، تمہاری ماں بالکل روایتی ساس ہیں۔ اتنے دنوں بعد بیٹا گھر آیا اور آتے ہی بہو کے خلاف بھڑکا دیا۔"

لفظ بہو نے عون کے غصے پر گویا ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار دیے تو بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ چھپائی (محترمہ کے حواس ٹھکانے آرہے ہیں) پھر سنجیدگی سے کہا۔

"جاؤ، سو جاؤ۔" وہ پھر سے بیڈ پر بیٹھ گیا اور رباب صوفے کی طرف بڑھ گئی۔

"میں کل آٹھ بجے سے قبل نہیں اٹھوں گی۔ بتا دینا اپنی اماں کو۔" عون کی طرح سپاٹ سے انداز میں کہا تو عون نے اسے گھورا۔

"رباب! میں نے منع کیا ہے، تم اماں کا ذکر بدتمیزی سے نہیں کروگی۔ جہاں تک صبح اٹھنے کی بات ہے تو چاہے دس بجے تک سوئی رہنا، کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا تمہیں۔"

"شب بخیر!" رباب نے لیٹتے ہی اس کی طرف سے کروٹ لے لی تو عون نے آہستگی سے کہتے پلکیں موند لیں۔

☆☆☆

"میرے حق میں دعا کریں بھائی پلیز!" پانچ ماہ اور دس روز بعد تیمور بے بس ہو کر سلطان کے پاس آیا۔ ستا چہرہ، رت جگوں کی غماز سرخ آنکھیں، بے ترتیب بال۔ سلطان نے اس کے ہاتھ ہاتھوں میں جکڑے۔ "میں ٹوٹ رہا ہوں۔"

"یہ کیسا ظلم کیا ہے بابا سائیں نے۔ میں مر رہا ہوں۔ مجھے لگتا ہے اگر اسے نہ دیکھا تو میں مر جاؤں گا بھائی! آپ دعا کریں اللہ مجھے اس اذیت سے نکال دے۔" عجب نہ تھا کہ وہ رو پڑتا سلطان نے اسے سینے میں بھینچ لیا۔ تو بے ساختہ دل باپ سے شکوہ کناں ہوا۔

میرے قبیلے کے عمر رسیدہ لوگ
جانے کیوں رنجشیں جوان رکھتے ہیں

اگلے روز تیمور کا فون بند تھا جب آصف بھائی نے دلاور ملک کے فون پر بات کی۔

"انکل! تیمور کا نمبر آف جا رہا ہے۔ آپ میری بات کروا سکتے ہیں اس سے؟"

"میں ڈیرے پر ہوں، بچے گھر جا کر بات کرواتا ہوں۔"

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔ بس آپ اسے پیغام دے دیجیے گا۔ کل میرے کالج میں اسپورٹس ویک کا انعقاد ہونے والا ہے اور اس نے وعدہ کیا تھا وہ اپنی ٹیم دے گا۔ کل مجھ سے آ کر مل لے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کہہ دوں گا۔" اور اگلے روز تیمور ملک آصف کے کالج پہنچ گئے تھے۔

"تمہاری بھابھی یاد کر رہی تھیں تمہیں۔ بس اسی لیے جھوٹ بول کر بلایا ہے تمہیں۔" آصف بھائی مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا۔

"یہ کیا حلیہ ہے بھئی؟" صومیہ بھابھی نے بے ساختہ اس کی بڑھی ہوئی شیو اور ماند پڑی رنگت کو دیکھا۔

"کچھ نہیں بھابھی! بس یونہی۔"

"اوکے تم ڈرائنگ روم میں چلو۔ میں آتی ہوں۔" آصف واپس چلے گئے تھے۔ ابھی تیمور بیٹھنے کے لیے رکوع میں جھکا تھا جب منتشر ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ کسی انجانی قوت کے زیر اثر ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف گھوما، اسے اپنی بصارت پہ شبہ ہوا اپنے وہم کو جھٹلانے کے لیے وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا، سیاہ بڑی سی چادر میں خود کو چھپائے وہ ماہین تیموری تھی جس کی آنکھوں سے تیمور کو سامنے پا کر آنسو بہہ نکلے تھے۔

مجھے صرف دو چیزوں سے ڈر لگتا ہے
اک تیرے رونے سے اور دوسرا تیرے کھونے سے

اس کے آنسوؤں کو پوروں پر چنتے اس نے اپنی بے بسی کا اعتراف کیا۔

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

"میں تھک گئی ہوں تیمور!"

"اس سے قبل کہ تم تھک جاؤ، میری دعا ہے، تیمور ملک زندگی ہار جائے۔"

"پلیز ایسا مت کہیں۔" ماہین نے تڑپ کر اس کی بات کاٹی۔ "میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں گی آپ جہاں بھی ہوں گے۔"

"اور مجھے اپنی زندگی سے یہی یقین دہانی چاہیے تھی۔" وہ دل سے مسکرایا۔

صومیہ نے کولڈ ڈرنک سرو کی پھر زبردستی ان کی چار پانچ تصویریں لے لیں۔

تیمور ملک ان میاں بیوی کا بہت ممنون تھا جنہوں نے اسے اتنی بڑی خوشی دی تھی۔

"میں بدعہد تو نہیں ہوا نا بھائی؟" تیمور نے سلطان سے پوچھا جو تھوڑی دیر قبل یہاں آئے تھے۔ وہ اس کے انداز پر مسکرائے۔

"نہیں کیونکہ تمہیں معلوم تک نہیں تھا کہ ماہین ادھر ہو گی اور نہ ہی ماہین کو بتایا تھا کہ تم ادھر آ رہے ہو۔"

"ٹھیک یہ سوچ...... میں آپ لوگوں کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔" اس کو احساس ہو گیا تھا کل جب وہ سلطان کے سامنے جذباتی ہو گیا تھا تو انہوں نے ہی اس کا فون آف کروا لیا تھا اور آصف سے بات کر کے تیمور کو اپنے ہاں بلانے کو کہا تھا۔

"ہم نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ خود کو اذیت سے بچایا ہے۔" سلطان سنجیدہ ہوئے۔

"اب ہمیں چلنا چاہیے۔ ماہین! آئیں بیٹا، آپ کو ڈراپ کر دوں۔ فراز صاحب ویسے بھی خاصے غصے میں ہیں آج کل۔" تیمور پورچ تک ان کے ساتھ آیا تھا۔ نے سیاہ چادر کے ہالے میں مقید چہرے کو بہت محبت سے دیکھا۔

خدا کرے کہ تیری عمر میں گنے جائیں
وہ دن جو ہم نے تیرے ہجر میں گزارے ہیں

☆☆☆

"تم نے بات کی تھی اس لڑکی سے؟" صبح جب عون فجر کے بعد مسجد سے واپس آیا تو اماں نے پوچھا تھا۔ اس نے سنجیدگی سے ماں کا چہرہ دیکھا۔

"جی کی تھی، وہ دھیان رکھے گی۔ میں آپ سے بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں اماں؟"

"ہاں کہو۔"

"آپ اسے اذیت مت دیا کریں۔ وہ آپ کی بہو ہے۔"

"بہو؟ انہوں نے استہزائیہ مسکراہٹ چہرے پر سجائی۔ "وہ بہو جسے بیٹا بیوی ہی تسلیم نہیں کرتا۔" اور اس بات نے اسے لاجواب کر دیا تو تیز قدموں سے چلتا اندر بڑھ گیا۔

کمرے میں آیا تو وہ بے خبر سو رہی تھی۔

"تم میری محبت ہو رباب!" اس کے چہرے پر نگاہ جمائی، اس کے چہرے کی چمک ماند تھی۔ لمبے بالوں کی چوٹی جو اسے ہمیشہ متوجہ کرتی تھی نیچے کارپٹ پر پڑی تھی مگر اس کی وہ چمک اور نرماہٹ غائب تھی۔ عون کو بغور دیکھنے پر احساس ہوا، اس کے گلے میں نازک سی گولڈ کی چین تھی۔ اس سے قبل کہ وہ جھک کر اس کا چہرہ چھوتا' سائیڈ ٹیبل پر پڑا عون کا موبائل رنگ کرنے لگا جس سے رباب کی بھی آنکھ کھل گئی۔ اس نے مندھی مندھی آنکھوں سے عون کی پشت دیکھی تب ہی وہ پلٹا۔

"صبح بخیر ام رباب!" نرمی سے کہتے وہ فون چیک کرنے لگا۔

"صبح بخیر۔" جواباً کہتے وال کلاک کی طرف دیکھ کر وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ "تم نے مجھے جگایا نہیں۔ ساڑھے آٹھ بج چکے ہیں۔"

"تم نے خود ہی تو منع کیا تھا رات کو۔" اب وہ بیڈ پر بیٹھ کر کچھ کاغذات سامنے پھیلا چکا تھا۔ رباب نے کسل مندی سے گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے۔

عون نے اس کی طرف دیکھا "اٹھ کر فریش ہو جاؤ، ایسے تو سستی نہیں اترے گی۔" اس نے رسانیت سے کہا۔

"مجھے نہیں اٹھنا اور نہ ہی فریش ہونا ہے۔" لہجے میں خفگی تھی (جانے کیوں عون کو سامنے دیکھ کر اپنے اندر

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

اطمینان پر جھنجلا رہی تھی اور جھنجھلاہٹ خفگی میں بدل رہی تھی)

تب ہی دھڑ سے دروازہ کھلا۔ دونوں نے بیک وقت اس طرف دیکھا۔ آنے والی سونی تھی جو عون کو دیکھ کر قدرے بوکھلا گئی تھی۔ رباب نے ٹانگیں نیچے کرتے دوپٹہ شانوں پر ڈالا جبکہ عون خفگی سے سونی سے مخاطب ہوا۔

"یہ کون سا طریقہ ہے کسی کے کمرے میں آنے کا؟"

"معذرت چاہتی ہوں صاحب! مجھے معلوم نہیں تھا آپ بھی اندر ہیں؟"

"تمہیں میرا معلوم نہیں تھا مان لیتے ہیں مگر تمہیں اتنا تو معلوم تھا، اندر رباب موجود ہے اور میں نے نوٹ کیا ہے، تم رباب کی عزت نہیں کرتیں۔"

عون کے جملے پر رباب کا منہ شدید حیرت سے کھل گیا (وہ تو یہاں تھا ہی نہیں اسے کیسے معلوم؟)

"آئندہ میں تمہیں نہیں سمجھاؤں گا بلکہ ابھی آخری بار کہہ رہا ہوں تم رباب کے ساتھ تمیز سے پیش آؤ گی اور یہ بات ذہن میں رکھو کہ یہ میری بیوی ہے اس کی ذات پر اٹھی انگلی ڈائریکٹ میری طرف اٹھتی ہے اور میں کسی کو یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ میری ذات پر انگلی اٹھائے۔ اب تم جا سکتی ہو۔"

سونی کے جانے کے بعد دروازہ لاک کر کے پلٹا تو رباب کو بت بنا دیکھ کر چونکا۔

"تمہیں کیا ہوا؟ ایسے کیوں بت بن گئی ہو؟"

"نہیں کچھ نہیں۔"

عون پورا دن بابا کے ساتھ جانے کہاں مصروف رہا تھا۔ رات کو واپسی ہوئی تو کھانا کھا کر آئے تھے وہ آتے ہی بنا رباب کو مخاطب کیے سونے کے لیے لیٹ گیا۔ رباب نے تشویش سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا ہوا خیریت؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" عون نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر ایک نظر اسے دیکھا۔

"سونے دو رباب! صبح جلدی جانا ہے بابا کے ساتھ۔" اس کے لہجے میں تھکن سی تھی۔

"تم ہمیشہ ہوا کے گھوڑے پر کیوں سوار رہتے ہو؟" رباب نے خفگی سے کہا۔

"میں اس وقت بحث کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں۔" کہتے ہوئے کروٹ کر سو گیا۔

اگلی شام واپس آیا تو رباب کی طرف ایک چھوٹا سا شاپر بڑھایا۔

"یہ کیا ہے؟"

"خود ہی دیکھ لو۔" صوفے پر بیٹھتے چہرہ جھکائے کہا۔ رباب نے دیکھا بیگ میں [illegible] شیمپو کی بوتل اور کنڈیشنر تھا۔ اس کے لبوں کو بے ساختہ مسکراہٹ چھو گئی۔ عون کے جھکے سر کو دیکھا وہ جس عون کو یونی کے دنوں میں جانتی تھی، وہ کوئی اور ہی بدتمیز اور اکھڑ مزاج انسان تھا اور اب یہ عون تھا جو بہت نرم دل احترام کرنے والا پیارا سا شخص تھا جسے دیکھ کر اب رباب کا دل چاہتا تھا وہ اپنی اوٹ پٹانگ باتیں اس سے منواتی رہے۔ اس سے ضد کرے اور [illegible] وہ منت کرے۔

نگاہوں کی تپش پر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور ابرو کے اشارے سے پوچھا "کیا ہوا؟"

"چائے پیو گے؟"

"نہیں۔ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔"

"ایک بات پوچھوں، تم برا تو نہیں مانو گے؟"

بیڈ پر بیٹھے [illegible] پوچھا۔ تو عون کی نگاہ بے ساختہ اس کے چہرے [illegible] اٹھی۔ اگر رباب نے عون کو ایک بدلا ہوا [illegible] پایا تھا تو ایسا ہی کچھ عون کے ساتھ بھی ہوا تھا۔ یونی میں [illegible] وہ کس [illegible] گئی تھی۔ مغرور اور بد مزاج اور [illegible] رباب تھی [illegible] اس سے ضد کر لیتی تھی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں خوشیاں ڈھونڈ لیتی تھی۔

"کچھ مت پوچھنا، مجھے اس وقت بہت غصہ آ رہا ہے۔ اب بات ہوئی تو [illegible] جاؤں گا۔"

"غصہ کیوں اور کس بات پر آ رہا ہے؟"

"آپ کے والد محترم کے [illegible] کی [illegible] موصول ہو رہے ہیں۔ وہ میرے خلاف عدالت جانے کی تیاری

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

میں ہیں۔ انہیں لگتا ہے ان کی پیاری بیٹی کو ورغلا کر نکاح کیا ہے اور اب قید کر رکھا ہے۔'' عون نے سیدھا ہوتے کہا تو رباب نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔

''انہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، وہ ایسا کر ہی نہیں سکتے۔''

''تم بھی میری بات پہ یقین نہیں کرتیں، اسی لیے میں بتانا نہیں چاہتا تھا۔''

''فون دو، میں بات کرتی ہوں ان سے۔''

''کوئی ضرورت نہیں، میں خود سب کچھ سنبھال سکتا ہوں۔'' خفگی سے کہتے وہ بیڈ تک آیا مگر رباب سر جھکائے اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی۔ ''کیا سوچ رہی ہو؟''

''کچھ نہیں، تم سو جاؤ۔''

اگلی صبح ام رباب کی آنکھ مقررہ وقت پر فجر کی پہلی اذان کے ساتھ کھلی تھی۔ نماز کے بعد وہ باہر چلی آئی۔ عون پُرسکون گہری نیند سویا ہوا تھا۔ ناشتہ تیار کر کے واپس کمرے میں آئی وہ تب بھی تکیہ پہ سر رکھے کروٹ لیے گہری نیند میں تھا۔

رباب کو حیرت ہوئی وہ تو تہجد میں اٹھنے کا عادی تھا اور آج فجر بھی قضا ہو گئی تھی، مسئلہ کیا ہے اس کے ساتھ؟

آگے بڑھ کر آواز دی مگر وہاں کوئی جواب نہیں تھا۔ انہونی کے خیال نے رباب کے ہاتھ پاؤں سُن کر دیے۔ دھڑکتے دل کے ساتھ آگے بڑھی، اس کے چہرے پر جھکی تاکہ سانسوں کی آمد و رفت معلوم ہو سکے۔ اس کی موجودگی کا طاقت ور احساس تھا جس نے عون کو پٹ سے آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا تھا۔ رباب اسے آنکھیں کھولتے دیکھ کر بوکھلا کر سیدھی ہوئی۔ عون نے حیرت و بے یقینی سے اسے اپنے بہت قریب سے پیچھے ہٹتے دیکھا۔

''اتنی آوازیں دیں مگر تم تو لگتا ہے، گدھے گھوڑے بیچ کر سوئے تھے۔ مجبوراً مجھے تمہاری سانسوں کو معلوم کرنے کے لیے جھکنا پڑا۔'' سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ خفگی سے بتایا۔

''تم سچ کہہ رہی ہو؟'' وہ اسے جان بوجھ کر ستانے کو بولا۔

''تو اور کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔'' اس نے دانت پیسے مگر عون ہنس دیا۔

''نہیں، اگر تم کہہ رہی ہو تو یہی سچ ہوگا ورنہ مجھے لگا۔ تم چیک کر رہی تھیں۔ میں نے ڈرنک تو نہیں کیا ڈونٹ وری۔ مجھے ایسی کوئی بری لت نہیں لگی۔'' پلکیں موندے عون کا لہجہ دھیما تھا۔

''تم جاگ رہے تھے مجھے ستانے کی خاطر نیند کا ڈرامہ کیا نا؟'' عون نے اس الزام پر بے ساختہ اس کی طرف دیکھا۔

''اب یہ الزام ہے رباب! میں واقعی نیند میں تھا۔'' اس کا بوجھل لہجہ سچائی کا مظہر تھا۔

''کیوں جگا رہی تھیں، کوئی کام تھا؟'' کروٹ بدل کر اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہوا۔

''اونہہ! مجھے کیا کام ہوگا وہ بھی تم سے نجانے تم کس غلط فہمی میں مبتلا ہو؟'' عون نے بنا کچھ کہے تکیہ منہ پر رکھتے گویا اسے باہر کا راستہ دکھایا۔

☆☆☆

میرا شام سلونا شاہ پیا
کبھی جڑوں میں زہر اتار لیا
کبھی لبوں کے پیچھے مار لیا
اس ڈر سے کہ درد کی شدت میں
کہیں نکل نہ جائے آہ پیا
میرا شام سلونا شاہ پیا
ہمیں جنگل جنگل بھٹکا دو
ہمیں سولی سولی لٹکا دو
جو جی سے چاہو یار کرو
ہم پڑ جو گئے تیری راہ پیا
میرا شام سلونا شاہ پیا
تیری شکل بصارت آنکھوں کی
تیرا لمس ریاضت آنکھوں کی

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

تیرا نام لبوں کی عادت ہے
میری اک اک سانس گواہ پیا
میرا شام سلونا شاہ پیا
ہمیں مار گئی تیری چاہ پیا

تصویر شدہ فوٹو فریم کو سامنے کیے تیمور کے چہرے پر نگاہیں جمائے ماہین کے چہرے پر تسلسل سے آنسو بہہ رہے تھے، کسی کام سے اس کے کمرے کی طرف آتے فراز کے قدم اس کی حالت پر جم گئے تھے۔ چہرہ سرخ ہوا تو مٹھیاں بھنچ گئیں۔

''میری بہن کے ایک ایک آنسوؤں کا تمہیں حساب دینا ہوگا تیمور۔'' وہ جھٹکے سے پلٹ گئے۔

☆☆☆

ام فروا کی طبیعت ناساز تھی۔ بی پی ہی کنٹرول نہیں ہو رہا تھا۔ کلثوم اور تیمور کے ساتھ وہ پچھلے تین روز سے ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھی۔ آج طبیعت بہتر ہوئی تو ڈاکٹر نے انہیں گھر جانے کی اجازت دے دی۔ تیمور بل کلیئر کرنے کے بعد کمرے کی طرف بڑھا ہی تھا جب فراز کی نظر اس پر پڑی۔ اپنے ہی دھیان میں چلتے تیمور کو فراز کو دیکھ کر حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ فراز کے چہرے سے ہی غصہ ہویدا تھا۔

''فراز بھائی آپ؟''

''مجھے بھائی پکارنے کا حق تم کھو چکے ہو ملک! تم نے اپنی اوقات دکھا دی ہے، میری زندگی کی سب سے بڑی بھول تمہارا اعتبار تھا جس کے لیے میں کبھی خود کو معاف نہیں کروں گا۔''

''بھائی پلیز، میں بہت جلد آپ کو سب بتا دوں گا۔ مجھے صرف چند دن کی مہلت دے دیں۔'' تیمور کا لہجہ ملتجی تھا۔

''بھاڑ میں گئے تمہارے چند دن، چھ ماہ ہونے کو آئے، تمہارے بہانے ہی ختم ہونے میں نہیں آ رہے۔''

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔ پلیز یقین کریں فروا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں خود آپ کے پاس آؤں گا، جو دل چاہے سزا دیجیے گا۔''

''اس بیوی کی بڑی فکر ہے اور میری بہن کا کیا، اس سے بھی نکاح کیا تھا، کیا منہ دکھاؤ گے اللہ کو؟ اگر اتنے ہی بزدل تھے تو نکاح کی جرات کیوں کی تھی؟'' فراز چلائے۔

''پلیز۔ آہستہ بولیں، وہ سن لے گی۔ اس کی طبیعت بہت خراب ہے۔''

''سن لے میری بلا سے۔'' فراز نے تیمور کا ہاتھ جھٹکا۔ ''اگر میری بہن بے سکون ہے تو یہ کیوں پرسکون رہے۔''

بات کرتے تیمور کا سفید پڑتا چہرہ دیکھ کر وہ ایک دم پیچھے مڑے کلثوم کے سہارے کھڑی فروا کا چہرہ سفید اور آنکھیں بے یقینی سے تیمور پر جمی تھیں۔

وہ تیزی سے اس کی طرف لپکا مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ وہ بہن کے بازوؤں میں جھول گئی۔ دانیال کی پیدائش کے تین گھنٹے بعد موت نے زندگی کو شکست دے دی۔

☆☆☆

وہ کر نہیں رہا تھا میری بات کا یقین
پھر یوں ہوا کہ مر کے دکھانا پڑا مجھے

''کھاؤ گی؟'' نجانے وہ کن خیالوں میں گم تھی جب عون نے کانچ کا پیالہ اس کے سامنے کیا جس میں سرخ تربوز کٹا ہوا تھا۔ ساتھ کانٹا بھی تھا، رباب نے اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ اس کے سامنے رکوع میں جھکا تھا۔

''کچھ خاص پسند نہیں ہے مجھے تربوز۔ اب تم اصرار کر رہے ہو تو کھا لیتی ہوں۔'' پیالہ لیتے گویا اس پر احسان کیا۔ عون مسکرا دیا۔ رباب کو تربوز بہت پسند تھا یہ اسے سحرش نے بتایا تھا۔ عون اس کے سامنے ہی بیٹھ گیا۔

''میں اسی لیے اصرار کر رہا تھا کہ میں کھا چکا ہوں۔ بچ گیا تھا رزق کی بے ادبی نہ ہو۔ اسی لیے سوچا تم سے پوچھ لوں۔'' رباب نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا۔ (اور اسے حنیفہ نے بتایا تھا جب اس نے عون کی پسندیدہ چیزوں کا پوچھا تھا۔ عون تربوز بالکل نہیں کھاتا

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

تھا۔ اس کا پیٹ خراب ہو جاتا تھا)

"کوئی بات نہیں اگر تم اس میں سے کھا چکے ہو تو سلطان ہو تم بھی۔ اب یہ بھی کھا لو۔" تربوز کا ٹکڑا اس کی طرف بڑھایا (ابھی پتہ چل جائے گا بچو) لیکن تب ہی عون کے فون پر آنے والی کال نے رباب کا منصوبہ چوپٹ کر دیا لیکن اس کے سیل پر چمکتا مہک کا نام دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ غصے میں کھانے میں تیزی آ گئی۔ عون نے دلچسپی سے اس کی حرکت دیکھی پھر کال کاٹ دی۔

"تمہارے خوشیوں کے دن آنے والے ہیں۔" رباب نے چونک کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں آج شام چلا جاؤں گا پھر سمسٹر اسٹارٹ ہو جائے گا تو میں دو ہفتے تک مصروف ہو کر یہاں نہیں آ سکوں گا۔ تمہیں میری غیر موجودگی میں خوشی ملتی ہے ناں۔" دونوں چند لمحوں تک یک ٹک ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر رباب نے پیالہ میز پر رکھ دیا۔ ایک دم دل اُچاٹ ہو گیا تھا۔

"مجھے کیا فرق پڑتا ہے، میری طرف سے دو ہفتوں کے بجائے ایک ماہ نہ آؤ۔"

شانے اُچکاتے اس کے الفاظ تاثرات سے یکسر متضاد تھے۔ چہرہ پھیکا پڑ چکا تھا۔ عون کو بے پایاں خوشی کا احساس ہوا یعنی اسے عون کی موجودگی سے فرق پڑتا تھا، اسی لیے کچھ سوچ کر اٹھا۔ دراز سے اپنا فریم شدہ مسکراتا کلوز اپ نکال کر میز پر رکھا پھر پلٹ کر رباب کو دیکھا جو ہاتھ پر ہاتھ رکھے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ عون پھر سے اس کے سامنے آ رکا۔

"میں تمہیں خوش ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتا کم از کم کچھ دن تو میری کمپنی برداشت کرو تم۔" وہ مسکرایا۔ "میں آج نہیں کل یا پرسوں جاؤں گا۔" کہتے ہوئے پلٹ گیا۔

ام رباب نے مسکراتے ہوئے اس کی پشت دیکھی جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو پیالہ اٹھا لیا بھوک ایک دم سے چمک اٹھی تھی۔

صبح جب رباب عون کی ہدایت کے مطابق چائے لے کر آئی تو وہ جانے کے لیے بالکل تیار تھا جینز کے ساتھ بلیو وائٹ شرٹ کے کف موڑے سلیقے سے بنے بال، خوشبوؤں میں بسا، فون ہاتھ میں تھا جبکہ کانوں میں ہینڈز فری تھی۔ شاید وہ کسی سے بات کر رہا تھا۔ رباب نے کچھ کہنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے ٹرے اسٹینڈ پر پھیلا دی۔

عون آئینے میں اس کے عکس کو دیکھتے اس کی بے نیازی پر مسکرا لیا اور مسکراہٹ قہقہے میں بدل گئی رباب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا مگر وہ متوجہ نہیں تھا۔

"افوہ یار! عشق نے نکما کر دیا ورنہ بندہ عون حدید بھی کام کا تھا۔" اس کا انداز دہائی دینے والا تھا۔ رباب نے مشکوک نگاہوں سے اس کے فون کو گھورا ایسی کون سی اہم شخصیت ہے جس سے بات کر کے جناب کی ہنسی ہی کنٹرول نہیں ہو رہی پھر سر جھٹک کر کشن سیٹ کرنے لگی۔

"سنو!" عون کی پکار پر بے ساختہ دیکھا مگر وہ نگاہوں کا زاویہ بدل چکا تھا۔

"سنو تم اتنے پیارے نہیں ہو مگر
میری چاہت نے تمہیں سر پر چڑھا رکھا ہے"

عون پھر سے ہنس دیا۔ ام رباب کا اس کے فون کو مشکوک نگاہوں سے گھورنا، مہک کی کال کا ردعمل۔ واہ خوب بہت خوب یعنی بیویوں والا مخصوص انداز وہ محظوظ ہوا پھر ہینڈز فری کان سے نکالی۔

"تمہیں کچھ چاہیے واپسی پر لیتا آؤں گا۔" شان بے نیازی سے پوچھا۔

"نہیں۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔"

"او کے دین ٹیک کیر۔"

"چائے ٹھنڈی تھی کیا؟" عون نے جس رفتار سے چائے ختم کی تھی۔ وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔ عون نے سر کو نفی میں جنبش دی۔

"نہیں یار! بس مجھے جلدی ہے۔"

"کیوں؟"

"سوال جواب کا سیشن پھر کبھی سہی ہیو آ گڈ ڈے۔" وہ ہاتھ ہلاتا چلا گیا۔

☆☆☆

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

ام فروا کے سوئم کے بعد تیمور نے ماہین کے نمبر پر کال کی مگر نمبر بند جا رہا تھا۔ حویلی مہمانوں سے بھری تھی۔ تین سالہ ولید اور تین روز کا دانیال دو ننھے وجود ماں کی جدائی میں بے قرار تھے، غم تو تیمور ملک کو بھی کم نہ تھا۔ محبت کرنے والی، باوفا شریک حیات کا یوں اچانک بچھڑ جانا، وہ جیسے بے یقینی کی سی کیفیت میں تھا، تین روز کے دانیال کو گود میں لیے پھر سے نمبر ملایا اس بار کال ریسیو کر لی گئی تھی۔

''السلام علیکم!'' ماہین کا بھرایا لہجہ سن کر تیمور چپ رہ گیا۔

''آپ چپ کیوں ہیں کچھ بولیں نا۔'' تب ہی سلطان بھائی نے دانیال کو اس کی گود سے لے لیا پھر دروازہ لاک کرتے باہر نکل گئے۔ تیمور کی آنکھیں تیزی سے نم ہوئیں۔

''ماہی، فروا!'' اس سے آگے کچھ کہنے کی اس میں ہمت نہ تھی جبکہ ماہین کے حواسوں پر بھی گویا بم گرا تھا، وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

''فروا ہمیں چھوڑ کر چلی گئی ماہی! میرا ولید، میری جان! وہ ننھا سا وجود کیسے میری آنکھوں کے سامنے سسک رہا ہے اور میں کچھ کر نہیں پا رہا۔ ماہی میں کہاں سے ڈھونڈ کر لاؤں اپنے ولید کی ماں کو؟''

''کیا میں ولید کی ماں نہیں ہوں تیمور؟'' ماہین کے شکوے پر وہ پل بھر کو ساکت ہوا۔

''جب میں آپ کے نکاح میں ہوں تو پھر آپ کے بچوں کی ماں بھی تو ہوئی ناں، آپ انہیں میرے پاس لے آئیں۔ میں سگی ماں جتنی محبت نہ بھی دے سکوں تو کم بھی نہیں دوں گی۔''

تب ہی بت بنے تیمور کے ہاتھ سے فون کسی نے جھپٹ لیا۔ وہ دلاور تھے، کال کاٹے بنا انہوں نے بات کا آغاز کیا تھا۔ وہ بھی انتہائی بے رحم الفاظ میں۔

''تم اس لڑکی سے ہر تعلق توڑ لو گے تیمور! میں نے کہا تھا نہ اگر کوئی انہونی ہوئی تو میں تم دونوں کو کبھی معاف نہیں کروں گا تو اب تم اسے طلاق دو گے تیمور! ابھی اور اسی وقت پکڑو فون اور بولو تین بار۔''

''میں ایسا نہیں کر سکتا بابا سائیں!'' تیمور کی آنکھیں لہورنگ ہو گئیں۔

''تم جانتے ہو۔ تم کس کے سامنے انکار کی جرأت کر رہے ہو؟''

''اچھی طرح جانتا ہوں آپ کو سزا دینی ہے تو مجھے دیں۔ چاہیں تو جان لے لیں مگر میں اسے طلاق نہیں دوں گا۔'' فون دلاور کے ہاتھ سے چھین کر وہ بغاوت پر اتر آیا۔ دلاور اس کی جرأت پر سکتے میں کھڑے رہ گئے جبکہ تیمور نے فون کان سے لگاتے قدم بڑھائے۔

''ماہی...... ہیلو ماہین!'' مگر دوسری طرف گہری خاموشی تھی۔ فون کان سے ہٹا کر دیکھا۔ سیکنڈز منٹوں میں بدلتے جا رہے تھے اور ساتھ ہی تیمور ملک کی جان نکلتی جا رہی تھی۔

''ہیلو ماہی! خدا کے لیے بات کرو۔'' اس کے لہجے میں اس قدر اور اذیت تھی کہ کمرے سے نکلتے سلطان کی دھڑکنیں بھی منتشر ہو گئیں، وہ تیزی سے اس کی طرف لپکے۔

''تیمور! کیا ہوا؟'' مگر وہ سن کہاں رہا تھا خطرناک حد تک پیلا پڑتا چہرہ، ساکت پلکیں۔ سلطان نے فون اس کے ہاتھ سے لے کر ہیلو کہا مگر دوسری طرف کوئی آواز نہیں تھی۔ انہوں نے تیمور کو تھام کر صوفے پر بٹھایا پھر آصف کا نمبر ملایا مگر نمبر بزی جا رہا تھا۔

''وہ تکلیف میں ہے بھائی!'' کسی غیر مرئی چیز پر نگاہیں جمائے انداز خود فراموشی کا سا تھا۔ سلطان، کلثوم اور دلاور اس کے گرد تھے مگر وہ تو جیسے خود سے ہی بیگانہ تھا۔

''میرا دل!'' اس نے دل کے مقام پر ہاتھ رکھا۔ ''بہت درد ہے یہاں۔'' دلاور ملک نے بے ساختہ اسے سینے سے لگایا۔

''میری رگیں کٹ رہی ہیں بھائی! دیکھیں، کس قدر خون ہے یہاں۔''

''تیمور! میرے بیٹے! ہوش میں آؤ۔'' دلاور ملک نے اسے جھنجھوڑا۔ تو اس نے پتھرائی نگاہوں سے ان کا

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

چہرہ دیکھا، کس قدر وحشت تھی ان آنکھوں میں۔

"اٹھو اس کے پاس چلے جاؤ۔"

"کہاں جاؤں؟"

"اس لڑکی کے پاس، جو تمہاری بیوی ہے، امانت ہے۔ مجھے معلوم نہیں تھا، وہ تمہاری زندگی میں اتنی اہمیت رکھتی ہے ورنہ اللہ گواہ ہے ایسا کبھی بھی نہ کہتا۔" دلاور ملک تیمور کا چہرہ ہاتھوں میں لیے نم سے لہجے میں بولے۔

"وقت کم ہے۔ تیمور اٹھو۔" سلطان بھائی نے اسے تھام کر کھڑا کیا۔ گاؤں سے شہر کا فاصلہ دو گھنٹے کا تھا مگر قسمت شاید آج تیمور ملک سے دغا کرنے کا عہد کر چکی تھی۔ آدھا سفر طے کرنے کے بعد گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا۔ دوسری گاڑی منگوانے اور پھر شہر پہنچنے تک انہیں پانچ گھنٹے لگ گئے تھے۔

اور یہی وہ وقت تھا جب ماہین، تیمور کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی گئی۔ جس وقت سلطان اور تیمور فراز بھائی کے گھر پہنچے، وہاں موجود ہجوم نے گویا قدموں تلے سے زمین کھینچ لی تھی۔

"تم؟" فراز نے بت کی مانند ساکت کھڑے تیمور کا گریبان تھام کر جھنجھوڑا۔ "تمہاری جرأت کیسے ہوئی یہاں قدم رکھنے کی۔ تم قاتل ہو، قاتل ہو میری بہن کے——تم نے دو دو خون کیے ہیں تیمور ملک!" فراز کے جھٹکے سے تیمور لڑکھڑایا مگر سلطان بھائی نے سہارا دے کر گرنے سے بچا لیا۔

"بے چاری بچی تھی ابھی عمر ہی کیا تھی۔" قریب سے گزرتی خواتین آپس میں اظہار افسوس کر رہی تھیں۔ "بس دو ہی ماہ رہتے تھے۔ کتنی خوش تھی وہ اپنے بچے کے لیے، مگر ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔"

تیمور نے لہو رنگ آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا اور پھر ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆☆☆

عجیب خبر ہے سنو گے صاحب
طبیب عشق، عشق سے مر گیا

چٹاخ کی آواز کے ساتھ ام رباب لڑکھڑا کر تیمور ملک سے ٹکرائی تھی جو اچانک ہی ہال کا دروازہ کھول کر اندر آئے تھے ان کے چہرے پر اذیت ابھری تھی جس سے سامنے کھڑی کلثوم ایک پل کے لیے سُن سی رہ گئیں۔ رباب کو دائیں بازو کے حصار میں لے کر سینے سے لگائے ان کی آنکھیں گلابی ہوئی تھیں۔

"آپ اتنی بے رحمی سے اسے کیسے مار سکتی ہیں بھابھی؟ آپ بھی بیٹی کی ماں ہیں، وہ بھی کسی کی بہو ہے۔ ایک پل کے لیے اگر ونیزہ کو رباب کی جگہ رکھ کر دیکھیں، تو سوچیں اگر یہی تھپڑ آپ کے سامنے ونیزہ کو لگے تو کیا ہوگا؟"

"تیمور!" کلثوم کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ "تم اس شخص کی بیٹی کی طرف داری کر رہے ہو جس نے تمہاری زندگی کو برباد کر دیا۔ تم اس کی بیٹی کے لیے اپنی بہو اور بیٹی کو ڈی گریڈ کر رہے ہو۔"

"میں کسی کو ڈی گریڈ نہیں کر رہا کیونکہ یہ کم ظرفوں کا وتیرہ ہوتا ہے۔" آج تیمور ملک کا لہجہ بلند اور بے لچک تھا۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی کسی بڑے سے بلند آواز میں بات نہیں کی تھی مگر آج گویا وہ ضبط کھو چکے تھے۔

"بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں۔ میرے لیے، ونیزہ، طوبیٰ (پولی) اور ام رباب تینوں ایک جیسی ہیں۔ آئندہ اسے تکلیف نہ دیجیے گا۔ میں برداشت نہیں کر سکوں گا۔"

کلثوم سرخ چہرے کے ساتھ تیمور کی دھمکی سن رہی تھیں جبکہ رباب نے ان کے بازو کا حصار توڑا۔ تیمور نے اس کی طرف دیکھا۔

"میں آپ کے جذبات کی قدر کرتی ہوں سر! لیکن یہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے۔ آپ پلیز۔ اماں سے اس لہجے میں بات مت کریں۔" بے دھیانی میں اس نے بالکل عون کے انداز میں اماں پکارا تھا جس کا اسے احساس بھی نہیں تھا۔ تیمور لب بھینچے الٹے قدموں پلٹ گئے۔

"تائی جان نے تھپڑ مارا تھا آپ کو؟" دو تین روز بعد دانیال جب حویلی آیا تو شام کے پانچ بج

PDF.PKLIBRARY.COM
WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

اسلام علیکم!

ہمیں اپنے Blog kitabdost

http://kitabdostpk.blogspot.be

اور readingpoint

http://readingpointpk.blogspot.be

کے لیے لکھاریوں کی ضرورت ہے جو ہمارے لیے ناولز

لکھ سکیں جو خواتین و حضرات شوقین ہیں وہ

ہمیں اپنی تحریر (ناول،ناولٹ،افسانہ قسط وار ناول)

اس میل آی ڈی پہ سینڈ کر سکتے ہیں

maisrasultan@gmail.com

فیس بک پہ بھی اس میل کے زریعے رابطہ کریں

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

رہے تھے۔ رباب صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھی تھی، سلطان اور ام کلثوم کہیں گئے ہوئے تھے۔ دانیال کے متفکر انداز اور محبت پر اس کی آنکھیں بھر آئیں، دانیال نے کرسی چارپائی کے قریب گھسیٹی، اس نے بے چینی سے رباب کا ہاتھ تھاما۔

"پلیز، آپ روئیں مت۔"

"میری مشکل کوئی نہیں سمجھ سکتا دانی! میں کس اذیت میں ہوں، کسی کو خبر نہیں۔"

اس دوران عون کی گاڑی حویلی کے گیٹ پر رکی تھی۔ گاڑی باہر ہی کھڑی کرتے وہ خود چھوٹے گیٹ سے اندر آیا۔ اس کا رخ اندر کی طرف تھا جب صحن کی پچھلی جانب باغیچہ کی طرف نسوانی آواز پر بے ساختہ قدم اسی طرف بڑھے۔ سامنے ہی رباب چارپائی پر بیٹھی تھی جبکہ دانیال کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں رباب کا ہاتھ تھا۔ عون کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"میں بات کروں گا تائی جان سے، وہ آپ سے کیسے اتنی بری طرح پیش آ سکتی ہیں؟"

"دانی! میری وجہ سے تمہیں ان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، خواہ مخواہ پریشان مت ہو تم۔"

"میری محبت آپ کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔"

"محبت؟" عون کی مٹھیاں سختی سے بھنچ گئیں چہرہ گلابی پڑ گیا (کتنی ڈھٹائی سے وہ اعتراف محبت کر رہا تھا اور کس قدر بے شرمی سے رباب سن رہی تھی۔)

"دانی!" رباب اس کی محبت پر رو پڑی تو دانیال نے اسے گلے سے لگا لیا اور پھر نگاہ سامنے اٹھی تو چند قدموں کے فاصلے پر بت کی مانند ساکت کھڑے عون کو دیکھ کر چونکا پھر بے ساختہ مسکرا دیا۔ رباب نے بھی اسے دیکھ کر دوپٹے سے چہرا رگڑا۔

"وہاں کیوں کھڑے ہو یار؟" دانیال کا انداز دوستانہ تھا۔ عون نے قدم بڑھائے۔

"تم جاؤ یہاں سے دانیال!" اس کا لہجہ خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔

"اتنی جلدی کیا ہے یار! ابھی تو تم سے ملا بھی نہیں۔" وہ بانہیں پھیلائے اس کی طرف بڑھا مگر عون چلا اٹھا۔

"سنائی نہیں دیا تمہیں، جاؤ یہاں سے۔" اس کا انداز بہت ہتک آمیز تھا۔ دانیال لب بھینچے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا جبکہ عون بھی آندھی طوفان کی طرح اندر بڑھ گیا۔

ساکت کھڑی رباب چونک کر حواس میں لوٹی اس کے پیچھے بھاگی۔ عون لڑکھڑاتے قدموں سے کمرے میں آتے ہی بیڈ پر گر گیا۔

"کیوں؟ آخر کیوں زندہ ہوں میں وہ سب دیکھنے کے بعد بھی۔" اس نے بالوں کو مٹھی میں جکڑا۔ رباب جو اسے کچھ بتانا چاہتی تھی، اس کی حالت دیکھ کر تشویش سے اس کی طرف بڑھی اور بے تابی سے پکارا۔

"عون! کیا ہوا، تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" وہ اس کے پاس بیٹھی تو عون جھٹکے سے بیڈ سے اٹھ گیا۔

"میرے قریب مت آنا تم؟" وہ چلایا۔

"پلیز عون! بتاؤ تو سہی، ہوا کیا ہے؟ تم ایسے تو کبھی بات نہیں کرتے۔" رباب رو دینے کو تھی۔

"خاموش ہو جاؤ تم، گھٹیا عورت۔" رباب اس کے انداز پر ہکا بکا اس کا چہرہ دیکھے گئی جو انتہائی سرخ ہو رہا تھا۔

"کیوں کیا تم نے میرے ساتھ ایسا؟" کانچ کا گلاس دیوار پر مارتے اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس لڑکی کو ہی شوٹ کر دیتا۔ اس نے جنونی انداز میں آگے بڑھ کر رباب کو شانوں سے تھام کر جھنجوڑا۔

"تمہیں اتنی نفرت تھی مجھ سے رباب؟ میرے نام سے جڑ کر، میرے ہی گھر میں، میرے کزن کے ساتھ......"

آگے کا جملہ مکمل کرنا اس کے بس میں نہیں تھا، جبکہ رباب ناسمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ کس بات پر اتنا غصہ ہو رہا ہے اور کون سی نفرت...... عون نے اسے جھٹکے سے پیچھے دھکیلا رباب لڑکھڑا کر بمشکل سنبھلی۔

"بہت ہو گیا، چلو تمہیں تمہارے گھر چھوڑ دوں۔" رباب پر گویا بجلی گری۔

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

''کیوں جاؤں میں کہیں اور؟ میرا گھر تو یہ ہے۔''

''تمہارا گھر؟'' عون پھر اس کے مقابل آیا۔ نگاہ رباب کے دلکش چہرے میں الجھی مگر تھوڑی دیر قبل جو وہ دیکھ چکا تھا (اس کے بعد کوئی گنجائش ہی نہیں رہی تھی)

''کس حق سے ہے یہ تمہارا گھر؟''

''نکاح کیا تھا تم نے۔ بھول گئے۔'' رباب نے آنسو بے دردی سے رگڑے۔

''نکاح؟'' عون نے استہزائیہ مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔ ''وہ نکاح جس کو تم نے کبھی تسلیم ہی نہیں کیا، اسی نکاح کی بات کر رہی ہو نا تم، جس کے پہلے ہی روز تم نے مجھے ٹھکرایا تھا۔''

رباب نے تڑپ کر اس کی طرف دیکھا جو اس کی طرف پشت کیے جانے ضبط کے کن مراحل سے گزر رہا تھا۔

''تم چلی جاؤ میرے گھر، دل اور زندگی سے۔''

''تم الزام لگا رہے ہو مجھ پر۔'' اس نے گویا عون کا آخری جملہ سنا ہی نہ تھا۔ ''میں نے تمہیں کبھی نہیں ٹھکرایا۔'' عون نے اس کا چہرہ دیکھا جہاں سچائی رقم تھی۔

''ٹھکرایا نہیں تو اپنایا بھی نہیں تھا رباب بیگم۔'' اس کی آنکھیں لہو رنگ ہوئیں۔

''میرا تمہاری طرف دو قدم بڑھنا گوارا نہیں تمہیں اور آج تم نا محرم کے بازوؤں میں تھیں۔ کیا سمجھوں میں اسے؟'' رباب چند پل کے لیے بے یقینی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔

''تم غلط سمجھ رہے ہو عون۔''

''میں غلط سمجھوں یا صحیح۔'' وہ رباب کے روبرو ہوا۔ ''تمہیں فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ بس تھوڑا انتظار کر لو۔ میں ڈائیورس دے دوں گا پھر کر لینا نکاح دانیال سے۔'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''دانیال میرا بھائی ہے۔'' وہ چلا اٹھی۔

''صفائی مت دو۔ بس مجھ پر احسان کرو۔ میری زندگی سے ہمیشہ کے لیے چلی جاؤ۔'' عون نے اس کے بھیگے چہرے سے بمشکل نگاہ ہٹاتے رخ موڑ کر بے بسی سے کہا۔ ''تم شوق سے دانیال کی ہو جانا۔''

رباب دوبارہ اس کے روبرو ہوئی تو عون اس کی بھیگی سرخ آنکھوں اور سوجے پپوٹوں کو دیکھ کر اذیت میں گھر گیا رباب نے بے ساختہ اس کا ہاتھ ہاتھوں میں جکڑا۔

''میری بات سنو عون۔''

''میں کچھ سننا نہیں چاہتا۔ تم ابھی اور اسی وقت یہاں سے چلی جاؤ۔'' وہ ہاتھ چھڑا کر چلایا۔

''اگر تم نے مجھے گھر سے نکالا تو میں قسم کھاتی ہوں۔ مر جاؤں گی۔''

ہر چند کہ حالات موافق نہیں پھر بھی
دل تیری طرف داری میں سفاک بہت ہے

''ٹھیک ہے پھر تم یہیں رہو، میں ہی چلا جاتا ہوں۔'' اور وہ واقعی اس کے بلکتے وجود کو چھوڑ کر چلا گیا۔

☆☆☆

دانیال اس روز کے بعد سے نہیں آیا تھا۔ ام رباب کو کسی کی خبر تھی بھی نہیں؛ وہ تو بس عون کے جانے کے بعد کی گھڑیاں گنتی تھی اسے گئے پانچ دن گزر چکے تھے اور ان پانچ دنوں میں ام رباب کی حالت دیوانوں جیسی ہو چکی تھی۔ اس کا دھیان ہر وقت عون میں الکا رہتا، سبزی کاٹتے کتنے ہی کٹ اس کے ہاتھ پر لگے، سالن روٹی بناتے بے دھیانی میں ہاتھوں پر آبلے پڑ چکے تھے۔ بال بے ترتیب الجھے سے تھے پانچ روز سے اس نے بالوں کو برش نہیں کیا تھا۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ چکے تھے، اس کی حالت نے ام کلثوم کو بھی تشویش میں مبتلا کر دیا۔

اس روز وہ باورچی خانے میں بے مقصد بیٹھی خلاؤں میں گھور رہی تھی جب کلثوم نے اسے کمرے میں بھیجا۔ اس نے کمرے میں آ کے عون کی تصویر اٹھائی تو آنکھیں نم ہو گئیں۔ بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگاتے زمین پر بیٹھ گئی تو سود و زیاں کا حساب لگاتے عون کا وجیہہ چہرہ دیکھا۔ ہلکی بڑھی ہوئی شیو میں عون

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

کے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ تھی۔

"میں نے تو کسی کو سزا دینا تھی عون! ضد میں ہاتھ تھاما تھا تمہارا اور اب مجھے کسی دوسرے شخص سے کچھ لینا دینا ہی نہیں رہا عون! دیکھو، مجھے تمہارے علاوہ کوئی نظر آتا۔ یہاں تم ہوتے ہو تو مجھے زندگی کا احساس ہوتا ہے۔"

ضبط کھوتے تصویر سینے سے لگائے وہ بلک اٹھی تھی۔ کلثوم جو اسے فریش ہونے کا کہنے آئی تھیں۔ اس کی دیوانگی پر ششدر رہ گئیں پھر آگے بڑھ کر اسے سینے میں بھینچ لیا تو آنکھیں ان کی بھی نم ہو گئیں۔

"اماں! مجھے معاف کر دیں۔" ان کے سینے میں چہرہ چھپائے روتے ہوئے کہا مگر کلثوم نے اسے ٹوکے بنا رونے دیا۔

"میں بہت بری ہوں اماں وہ مجھ سے ناراض ہے پچھلے پانچ دنوں سے۔ اگر وہ نہیں آیا تو میں مر جاؤں گی اماں!" کلثوم نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے [illegible] چومی اور آنسو پوروں پر چنتے چہرہ ہاتھوں میں سمیٹا۔

"تم فریش ہو کر اچھا سا تیار ہو جاؤ، میں کال کرتی ہوں عون کو۔ شام تک وہ ادھر ہو گا تمہارے پاس۔" رباب نے بے یقینی سے ان کا متبسم چہرہ دیکھا۔ "تم بہت اچھی ہو۔ بھلا تم سے بھی کوئی ناراض ہو سکتا ہے۔ اب رونا دھونا بند کرو اور تیار ہو جاؤ۔"

وہ اٹھنے لگیں تو رباب نے ان کا ہاتھ تھام لیا انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"وہ سچ میں آ جائے گا ناں؟"

"ہاں، کیونکہ اسے میں بلاؤں گی پھر تم اسے مناتی رہنا۔"

وہ تیزی سے اٹھی اگر کلثوم کہہ رہی تھیں تو وہ واقعی آنے والا تھا سرخ اور سرمئی پرنٹڈ لان کی لمبی قمیص کے ساتھ سیاہ ٹراؤزر نکالا عون کے لائے شیمپو اور کنڈیشنر کو استعمال کیا۔ کاجل کی دھار اور لمبے بال کھلے چھوڑے۔ وہ مسکراتی ہوئی کمرے سے نکلی ان کا کمرہ اوپر تھا وہ دوپٹہ شانے پر سیٹ کرتے ریلنگ سے نیچے جھانکا تب ہی عون کی گاڑی کا مخصوص ہارن سن کر دل تیزی سے دھڑکا۔

قدم بے ساختہ سیڑھیوں کی طرف بڑھائے بے پایاں خوشی میں اسے احساس ہی نہیں ہوا اس کا پاؤں غلط سیڑھی پر پڑا اور عون عون چلاتی ہوئی نیچے گرتی چلی گئی۔

☆☆☆

"تیمور اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" تین روز بعد اسے مکمل ہوش و حواس میں دیکھ کر وہاں موجود آصف بھائی اس کے پاس آئے۔ تیمور نے بے تاثر خالی خالی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔

"ہوش میں آؤ یار! معلوم ہے تمہیں پچھلے تین روز سے سکون آور ادویات کے زیر اثر رکھا جا رہا ہے اتنا اسٹریس۔ بہادر بن کر حالات کا مقابلہ کرو۔"

"وہ چلی گئی ناں مجھے چھوڑ کر۔" آصف کی بات ان سنی کرتے اس نے ابھی بھی دروازے کے پار کھڑے سلطان نے آصف کی طرف دیکھا مگر وہ تیمور کی طرف متوجہ تھا جو کھوئے کھوئے لہجے میں بول رہا تھا۔

"ایک ماہ تین دن ہم ساتھ رہے پھر وہ چلی گئی اور ساتھ میری بیٹی کو بھی لے گئی۔ وہ بیٹی جس کے لیے ہم نے کیا کیا نہیں سوچا تھا۔ اب کچھ بھی باقی نہیں رہا۔"

آنکھوں کے کناروں سے تسلسل سے بہتے اشک۔ زخموں نے اس کے وجود کو لہولہان کر دیا تھا۔

عشق [illegible] دا راز نہ پچھ پیا
عشق [illegible] در فقیر دا اے
عشق [illegible] دا اے
[illegible]
بات [illegible]
عشق اول تو روگ امیر دا اے

"تیمور!" آصف نے اس کے آنسو پونچھتے دل گرفتگی سے پکارا۔ "سنبھالو خود کو۔ اپنے لیے نہ سہی ان تین معصوم جانوں کے لیے۔"

تیمور کو لگا زمین پر جھٹکا لگا۔ بے ساختہ آصف کی طرف دیکھا۔ آصف نے مسکراتے ہوئے سر کو اثبات میں جنبش دی۔

"ہاں تین... تمہاری بیٹی زندہ ہے؟" تیمور

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM
PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

جھٹکے سے اٹھ بیٹھا بے تابی سے آصف کا ہاتھ تھاما۔

"قبل از وقت پیدائش ہوئی ہے۔ اس وجہ سے وہ ہاسپٹل میں ہی ہے اور یہی وجہ بنی ماہین کی وفات کی، تمہیں زندہ رہنا ہے ان بچوں کے لیے۔"

اولاد بہت بڑی آزمائش ہوتی ہے اور یوں تیمور زندگی کی طرف لوٹ آیا۔ سلطان اور تیمور کے علاوہ تیسرا آصف تھا جسے معلوم تھا تیمور اور ماہین کی بیٹی زندہ ہے، دلاور اور کلثوم یہ سمجھتے تھے کہ ماہین کے ساتھ ہی بچے کی بھی وفات ہوگئی تھی۔

ساتویں ماہ میں پیدا ہونے والی رباب کو اللہ نے معجزاتی طور پر تندرست رکھا۔ تیمور جب فراز کے پاس بیٹی سے ملنے گیا تو انہوں نے دھکے دے کر اسے نکال دیا مگر اس بار تیمور ہار ماننے والا نہیں تھا اس نے صرف ایک بار رباب سے ملنے کی اجازت مانگی تھی اور فراز رضامند ہوگئے، تیمور نے ماہین کے اکاؤنٹ میں مزید پیسے ڈیپازٹ کروائے اور فراز سے وعدہ کیا وہ کبھی اس بچی پر حق نہیں جتائے گا مگر اس کی بیٹی کو زندگی میں کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہو۔ فراز نے ولدیت کے خانے میں باپ کا نام لکھوایا تھا۔ شرعی ممانعت کی وجہ سے وہ یہ نہیں کر سکتے تھے کہ اس کی شناخت چھین لیتے مجبوراً اسی لیے اس کا پورا نام ام رباب ملک تھا۔ انہوں نے رباب کو یہ تو بتادیا تھا کہ وہ اس کے باپ نہیں ہیں لیکن یہ چھپایا تھا کہ اس کا باپ زندہ رہے۔ نورین نے اسے یہ بات بتا کے اس کے دل میں آگ بھڑکا دی تھی کہ اس کے باپ نے اس کی ماں کے ساتھ بے وفائی کی تھی اور اسی غم میں وہ مرگئی۔ وہ تو ہمیشہ یہ سمجھتی رہی کہ اس کی ماں اسے جنم دیتے مرگئی اور باپ اس کے غم میں چل بسا۔

نورین کو ہمیشہ سے یہی قلق رہا کہ فراز ان کے بچوں کی حق تلفی کرتے ہوئے بھانجی کے لیے اتنی مہنگی چیزیں کھلونے، کپڑے لاتے ہیں، ان کے بچے بھی رباب کے ساتھ مہنگے اسکولوں میں زیر تعلیم رہے جن کا سارا خرچ تیمور ادا کرتے تھے۔ فراز کے انکار پر انہوں نے ماہین کی محبت کی قسم دے کر چپ کروادیا تھا۔

تیمور نے تو کچھ اور سوچا تھا مگر تقدیر کا فیصلہ بالکل الگ تھا۔ عون نے بھی وہیں داخلہ لیا۔ تیمور نے سلطان بھائی کو آصف سے بات کرنے کا کہا تھا کہ وہ رباب کو کسی طرح ان سے ملنے پر کونیس کریں، یہی بات پوچھنے کے لیے دانیال تایا کی طرف گیا تھا جب وہ لوگ شادی کی بات کر رہے تھے دانیال کو یہ حقیقت کہ اس کی ایک بہن بھی ہے تیمور بتا چکے تھے ان کا راز داں تھا جبکہ ولید کو اس لیے نہیں بتایا تھا کہ وہ بہت جذباتی انسان تھا۔ وہ جلدبازی میں رباب تک جا پہنچتا جبکہ تیمور باقاعدہ رباب کی رضامندی سے اسے یہاں لانا چاہتے تھے۔

جس روز فراز اور نورین کی آخری لڑائی ہوئی، اسی روز نورین نے رباب کو سچائی بتاتے ہوئے ماہین اور تیمور کی تصویر بھی دکھائی جوان کے نکاح والے روز لی گئی تھی۔ انہوں نے ماہین کی موت کا ذمہ دار تیمور اور فراز کو ٹھہرایا۔ رباب کو بیک وقت باپ اور ماموں سے شدید نفرت محسوس ہوئی۔ باپ نے ماں سے محبت سے شادی کی پھر تنہا چھوڑ کر چلا گیا اور ماں ان کی جدائی برداشت نہ کرسکی۔ دوسری طرف ماموں نے اسے باپ سے دور رکھا۔ اس کی ماں کی موت کے ذمہ دار وہ بھی تھے۔ نورین نے اصل بات اسے نہیں بتائی تھی۔ ادھوری معلومات جو رباب کو نورین سے ملی تھیں۔ انہیں کے تناظر میں اس نے فراز اور تیمور ملک کو سزا دینے کی ٹھان لی اور تیمور کو یونی دیکھ کر اس نے سیکنڈز میں انہیں پہچان لیا۔ وہ آج بھی ویسے ہی باوقار اور ہینڈسم شخصیت کے مالک تھے۔

اس کے دل میں تیمور کے لیے کوئی جذبہ نہ جاگا مگر تیمور کی حالت بہت الگ تھی۔ وہ پہلی بار بیٹی کو روبرو دیکھ کر نہال ہو رہے تھے، وہ بالکل ماہین کا عکس تھی البتہ اس کی آنکھیں تیمور جیسی تھیں، گہری غلافی آنکھیں جن سے ماہین کو عشق تھا، پر ان کے عشق کی معراج تھی کہ ماہین کے چہرے پر تیمور ملک کی آنکھیں تھیں۔ ان کا خیال تھا وہ حقیقت سے انجان ہے، اسی لیے صرف عون کے چچا کی حیثیت سے اپنا تعارف کروایا مگر ان کے منع کرنے کے باوجود رباب

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

نے عون سے شادی کے لیے ہامی بھرلی۔
تیمور نے ناکام ہوکر فراز کو خبردار کیا۔
"کیا آپ چاہتے ہیں رباب کے ساتھ بھی ویسا کچھ ہو جو ماہین کے ساتھ ہوا، اگر نہیں تو اسے عون سے دور رکھیں۔"
مگر اس سے قبل کہ وہ کوئی تدبیر کرتے، دونوں نے نکاح کرلیا تو تیمور نے فراز آگاہ کرتے تسلی دی۔
"بے فکر رہیے گا، وہ اپنے باپ کے گھر ہے اسے معمولی سی تکلیف بھی نہیں پہنچنے دوں گا۔"
"ایسی ہی گارنٹی تم نے ماہین کے لیے بھی دی تھی۔ کیا ہوا اس کا؟" فراز کا انداز تلخ تھا لیکن تیمور نے برا نہیں مانا۔
"ایک شوہر کم ہمت اور بزدل ہو سکتا ہے فراز بھائی! مگر باپ نہیں۔"
کلثوم نے جب فراز کو دیکھا تو انہیں جھٹکے سے وہ شخص یاد آیا جس کے بے رحم الفاظ نے ان کی بہن کو موت کے منہ میں دھکیلا اور اس کے ساتھ چلتی لڑکی جس کا تعارف عون نے رباب کے نام سے کروایا تھا۔ انہوں نے فراز کو سبق دینے کے لیے عون کو رباب سے نکاح کا کہا اور حویلی آتے۔ انہوں نے یہی سلطان سے بھی کہی ایک پل کے لیے تو وہ قدرت کے انصاف پر ششدر رہ گئے۔
ام رباب ملک کا اصل یہی حویلی تھی۔ اسے یہیں آنا تھا تیمور نے سلطان کو روکنا چاہا مگر وہ پہلی بار تیمور کے خلاف گئے انہوں نے اس نکاح کو ہونے دیا البتہ رباب سے اظہار محبت کھل کر اس لیے نہ کیا کہیں کلثوم کو شک نہ ہو جائے۔
لیکن ایک ماہ بعد ہی کلثوم کی غلط فہمی دور ہوگئی وہ رباب فراز نہیں رباب تیمور تھی اور یہ حقیقت عون نے انہیں لاعلمی میں بتائی۔ ایک روز یونہی مذاق میں اس نے ماں سے ذکر کردیا۔
"فراز صاحب دہری شخصیت ہیں۔"
"وہ کیسے؟" کلثوم نے حیرت سے بیٹے کا متبسم چہرہ دیکھا۔
"سب لوگ انہیں فراز احمد کے نام سے جانتے پہچانتے ہیں لیکن ان کا اصل نام تیمور ملک ہے۔"
کلثوم پر تو جیسے حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا جبکہ عون ہنوز لاپروائی سے کہہ رہا تھا۔
"مزے کی بات یہ ہے کہ وہ بھی ملک ہیں، رباب فراز نہیں رباب تیمور ملک نام ہے۔ ام رباب کا۔"
حقیقت جاننے کے بعد جب بھی انہوں نے رباب کو سزا دینا چاہی ان کا ضمیر ہمیشہ ملامت کرتا رہتا اس کا کیا قصور تھا۔
کلثوم نے باقی تمام رشتے سائیڈ پر رکھتے اسے دل سے بیٹی تسلیم کرلیا۔
اگر وہ فراز کی بیٹی بھی ہوتی، تب بھی ام کلثوم اسے معاف کرچکی ہوتیں، اس محبت کے صدقے جو ان کے بیٹے کو ام رباب سے تھی جس کا ادراک خود رباب کو بھی نہیں تھا۔ عون کا کھلا کھلا چہرہ، رباب کی طرف دیکھتے آنکھوں کی وہ چمک اور بہانے بہانے سے گاؤں کے چکر لگانا اور لبوں پر مسکان۔
جو ہوا سو ہوا، مرنے والے قبر میں جا سوئے، اب کیسا بدلہ کس کا بدلہ؟ اگر کلثوم کی بہن مری تھی تو زندہ فراز کی بہن بھی نہیں تھی۔
یہ حقیقت جاننے کے باوجود کہ رباب ان کی بہن کی سوتن کی بیٹی ہے، ان کے دل میں کوئی منفی جذبہ نہ ابھرا تھا رباب کے لیے۔ ام فروا نے بہن سے وعدہ لیا تھا، وہ تیمور سے دوسری شادی کے حوالے نہ تو کوئی سوال پوچھیں گی نہ کوئی شکوہ گلہ۔
وہ خوش قسمت انسان جس کی دونوں بیویوں نے اس سے عشق کیا تھا، کلثوم کے تھپڑ نے تیمور ملک کو جھنجوڑ ڈالا۔ وہ کب تک یوں ڈرتے رہیں گے، ڈر کی وجہ سے وہ ماہین سے دور رہے اور اب رباب لیکن رباب نے کلثوم کی سائیڈ لے کر انہیں جیسے بے وقعت کردیا۔
تیمور اسی وقت شہر روانہ ہوئے۔ ان کی بری حالت دیکھتے دانیال کو تشویش ہوئی تیمور شہر چلے آئے جہاں ان کا عشق ابدی نیند سو رہا تھا۔ فاتحہ کے بعد ہاتھ منہ پر پھیرے تو ایک آنسو ٹوٹ کر لحد پر گرا۔

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

میری منزلوں کو خبر کرو
مجھے راستوں نے تھکا دیا

"میں تمہیں کھو چکا ہوں ماہی! میرا دل آج بھی تسلیم نہیں کر رہا ماہی! میں نے ہمیشہ اپنی بیٹی کو اس خوف سے دور رکھا، کہیں حویلی میں اسے دوسری عورت کی بیٹی کی حیثیت سے کوئی طعنہ نہ سہنا پڑے۔ کوئی اسے کم تر نگاہ سے نہ دیکھے، اتنے برس اسی آس میں گزار دیے کہ کبھی تو اسے اپنے رشتے کی سچائی بتا کر دل سے لگاؤں، تمہیں تو معلوم ہے نا، مجھے کتنی آرزو تھی بیٹی کی، مگر آج تیمور ملک ہار گیا، فراز بھائی سچ کہتے ہیں، میں بزدل انسان ہوں۔"

مٹی کو مٹھی میں بھرتے انہوں نے ایک عزم سے اپنی گود میں گرنے والے زرد پتے کو دیکھا، پھر الوداعی نظر قبر پر ڈالتے اٹھ کر کھڑے ہوئے تو لبوں پر مسکان تھی۔

"تم میرے ساتھ ہو، اس کا مجھے یقین ہے۔"

☆☆☆

آنے والا عون نہیں ولید تھا۔ اس نے گاڑی واپس بھجوائی تھی۔ کیونکہ گاؤں آنے کا قطعی کوئی ارادہ نہیں تھا، رباب کو گرتے دیکھ کر اندر داخل ہوتے تیمور، فراز، دانیال اور نورین بجلی کی سی تیزی سے اس کی طرف لپکے۔ تیمور نے اس کی خون سے تر پیشانی دیکھتے اس کا سر گود میں رکھا۔

"رباب میری بچی رباب۔" انہوں نے چہرہ تھپکا مگر وہ حواس کھو چکی تھی۔

☆☆☆

جو تجھ سے بچھڑ کر مجھے غم لگے گا
اسی غم سے مر جاؤں میرے حق میں دعا کرو

"اللہ نہ کرے۔" پورے پانچ روز بعد عون کے سیل پر ام رباب کی طرف سے موصول ہونے والے میسج پر بے ساختہ اس کے لبوں سے نکلا، دل چاہا کال بیک کرے مگر انا آڑے آ گئی لیکن ایک بے چینی دل کا گھیراؤ کر چکی تھی۔

ان پچیس منٹوں میں عون کتنی ہی منتیں اور دعائیں مانگ چکا تھا۔ چھبیسویں منٹ میں اس کے سیل پر سلطان کا فون آ رہا تھا اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ کال اٹینڈ کی جہاں ایک خبر اس کی منتظر تھی۔

"رباب کو چوٹ لگی ہے فوراً پہنچو۔" چوٹ کی نوعیت اسے نہیں بتائی گئی تھی۔

عون حدید جس حلیے میں تھا اسی میں وہاں سے نکل آیا۔ اسے بھول چکا تھا ام رباب نے اس سے بے وفائی کی ہے، وہ اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ اس وقت صرف اتنا یاد تھا، وہ تکلیف میں ہے اور اسے رباب کے پاس ہونا چاہیے۔

"رباب! کیسی طبیعت ہے بیٹا؟" سلطان نے اسے آنکھیں کھولتے دیکھ کر نرمی سے پوچھا۔

اس کی پیشانی پہ تین ٹانکے آئے تھے۔ پاؤں میں موچ آئی تھی اور بائیں ہاتھ کی چھنگلی فریکچر ہوئی تھی۔ وہ دواؤں کے زیر اثر سو رہی تھی آنکھ کھلنے پر سب سے پہلے سلطان کا مہربان چہرہ نظر آیا۔ اس نے سر ہلا کر ٹھیک کہا پھر اپنی بائیں جانب کلثوم کو دیکھا سامنے صوفے پر ولید اور ونیزہ تھے، دانیال وہاں موجود نہیں تھا اس نے بے ساختہ دائیں جانب نگاہ موڑی تو تیمور کو اپنے قریب دیکھا۔ فراز اور نورین ایک دم اس کے سامنے نہیں آنا چاہتے تھے اس لیے وہ باہر بیٹھے تھے۔

"بتایا نہیں کیسی طبیعت ہے بیٹے؟"

"میں ٹھیک ہوں سر!" تیمور نے گہری سانس لیتے اس کا ہاتھ تھاما۔

"سر نہیں بچے۔" رباب سے کہتے ولید کی طرف دیکھا۔ "جاؤ مہمانوں کو اندر بلاؤ۔"

اور اگلے دو منٹ بعد وہ فراز اور نورین کو دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ فراز نے اسے آگے بڑھ کر سینے سے لگایا تو وہ رو دی۔

"اب آپ اسے بتائیں، میں اس کا کیا لگتا ہوں۔" تیمور نے کہا۔

"رباب جانتی ہے۔" فراز کے بتانے پر تیمور نے بے یقینی سے رباب کی طرف دیکھا۔

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

"مطلب، تمہیں معلوم تھا میں کون ہوں؟"
رباب نے سر کو اثبات میں جنبش دی۔

"اس کے باوجود تم نے...... میرے اللہ!" وہ کراہے۔ "تم نے ایسا کیوں کیا رباب؟"

"میں آپ کو تکلیف دینا چاہتی تھی۔" آنسو پونچھتے اس کا انداز نروٹھا سا تھا۔ "آپ نے مما کے ساتھ کتنا برا کیا، جب آپ نے مجھے منع کیا تب میں نے ضد میں ایسا کیا کیونکہ مجھے معلوم تھا۔ عون کو مجھ میں بالکل دلچسپی نہیں تھی۔"

اسی وقت عون چوکھٹ پر آ رکا شہر سے گاؤں تک ٹیکسی سے آیا تھا۔ ٹیکسی والے کو ایمرجنسی میں واپس جانا پڑا۔ وہ عون کو گاؤں کی حدود سے تھوڑی دور ڈراپ کر گیا تھا جہاں سے وہ پیدل چل کر یہاں تک پہنچا تھا، دھول مٹی سے اٹے پاؤں، بے ترتیب بال۔

"آپ نے ایک بار بھی پلٹ کر نہیں دیکھا کہ آپ کی کوئی بیٹی بھی ہے۔" فراز اس کی بات کاٹ کر یک دم بول پڑے۔

"سچائی یہ نہیں ہے رباب!" اس نے بے ساختہ ماموں کا چہرہ دیکھا۔ "جو تمہیں بتایا گیا وہ تصویر کا ایک رخ ہے۔ بیٹا اس سب میں تمہارے باپ کا قصور اتنا نہیں جتنا میرا ہے اور بیٹا۔ معذرت خواہ ہوں مگر دلاور ملک کا سب سے زیادہ قصور ہے ان سب حالات میں، سچائی میں بتاتا ہوں بیٹا۔"

عون سر جھکائے پاؤں پر نگاہیں جمائے فراز کی باتیں دھیان سے سنتا آخر میں شرمندہ ہوا، اسے یاد آیا۔ رباب نے کہا تھا دانیال اس کا بھائی ہے۔

"بابا!" تمام سچائی جاننے کے بعد رباب کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"رباب! میرا بچہ!" تیمور نے بے ساختہ اس کی پیشانی چومی پھر ولید کی طرف دیکھا جو محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ تمہاری بہن ہے بیٹا! دانیال یہ حقیقت پہلے روز سے جانتا ہے۔"

تب ہی ان کی نگاہ چوکھٹ سے ٹیک لگائے کھڑے عون پر پڑی تو مسکراتے ہوئے اٹھے۔

"میرا خیال ہے، اب رباب کو اکیلا چھوڑ دیں کچھ دیر کے لیے، کیا خیال ہے۔"

سب نے ان کی نگاہوں کے تعاقب میں عون کی طرف دیکھا پھر مسکرا دیے۔ دانیال اور رباب کی نظر اس پر نہیں پڑی تھی، باری باری وہ لوگ باہر چلے گئے جبکہ دانیال وہیں تھا۔

"اب ٹھیک ہو تم؟ کہیں درد تو نہیں ہے؟" اس نے رباب کا ہاتھ تھاما تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے پھر خفگی سے دانیال کو ڈپٹا۔

"باہر جاؤ یہاں سے۔" دانیال حیران ہوا۔

"اب میں نے کیا کیا ہے یار! کبھی شوہر گھر سے نکالتا ہے اور کبھی بیوی کمرے سے میری بھی کوئی عزت ہے۔" اسے صدمہ ہوا۔ رباب نے دانت پیسے۔

"میرا ہاتھ!" دانیال نے نگاہ جھکائی پھر بوکھلا کر ہاتھ چھوڑا اور تیزی سے بیڈ سے اٹھا۔

"سوری۔ میں نے دیکھا نہیں تھا۔" تب ہی پلٹا تو عون کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"وہاں کیوں کھڑے ہو، آ جاؤ یار!" خوش دلی سے کہتے وہ عون کی طرف بڑھا۔

عون نے بھی کھلے دل سے اسے گلے لگایا، رباب نے متبسم نگاہوں سے عون کا چہرہ دیکھا، دانیال کے جانے کے بعد وہ نگاہیں چرائے صوفے پر آ بیٹھا رباب کو معلوم تھا۔ وہ شرمندہ ہے، اسی لیے خود ہی بات کا آغاز کیا۔ وہ نیم دراز تھی۔ کھلے بال ریشمی ڈھیر کی صورت تکیے پر پڑے تھے۔

"ناراض ہو؟" لہجے میں اپنائیت تھی۔

"میں کیوں ناراض ہوں گا بھلا؟" سیل فون پر جھکے سر سے جواب دیا۔

"یہ تو تم بتاؤ ناں، کیوں ناراض ہو؟ حالانکہ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے، تمہاری بیوی موت کے منہ سے واپس آئی ہے۔" انداز نروٹھا سا تھا۔

"بیوی؟" عون کو اس لفظ پر گویا شاک لگا۔ "بھلا بیویاں ایسی ہوتی ہیں۔ جو اتنی دور سے پیدل چل کر

PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

آنے والے شوہر سے ایک کپ چائے تک نہ پوچھیں۔" وہ ہونٹوں پر مسکراہٹ چرائے مصروف سے انداز میں بولا۔

"میں چائے بناؤں تمہارے لیے، وہ بھی سوچ کے ساتھ؟" عون نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو نگاہ پیشانی پر بینڈ ایج میں الجھی، چہرہ زرد تھا۔

"پیشانی پر چوٹ لگی ہے رباب؟" وہ اس کے پاس آیا اور تشویش سے بینڈ ایج چھوئی، اس کا متفکر انداز۔ رباب کو خوشی ہوئی تو مزید اسے اپنے لیے فکرمند دیکھنے کی خواہش میں بچوں کی طرح ہاتھ سامنے کیا۔

"ہاں۔ ٹانکے آئے ہیں اور چھنگلی فریکچر ہوئی ہے جبکہ پاؤں میں موچ ہے۔"

عون نے بے تابی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں بھینچا پھر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ بے خیالی میں اسے احساس نہیں ہوا تھا وہ اس کی فریکچر انگلی والا ہاتھ تھام بیٹھا ہے، رباب نے سی کی تو وہ چونکا۔

"کیا ہوا؟"

"میرا ہاتھ۔" نم آنکھوں سے اشارہ کیا تو اس نے تیزی سے ہاتھ چھوڑا۔

"سوری، سوری۔ میں نے دیکھا نہیں تھا۔"

"آنکھیں کہیں رکھ کر بھول گئے ہو گے۔"

رباب کا انداز تخاطب ایک دم بدلا مگر عون نے نوٹ نہیں کیا۔ تب ہی وہ سیدھا لیٹنے کی کوشش میں کراہی۔

"اف رباب!" وہ بے چین ہوا۔ "کہاں درد ہے۔ چلو میں گاڑی نکالتا ہوں، شہر چلتے ہیں۔"

"نہیں اتنا درد نہیں ہے۔ بس جب موومنٹ ہوتی ہے تو تھوڑی دیر کے لیے ہوتا ہے پاؤں میں درد۔" عون نے تکیہ اٹھایا اور اس کے پاؤں کے نیچے رکھنے کے لیے نرمی سے پاؤں چھوا۔ رباب جو پلکیں موند چکی تھی۔ جھٹکے سے آنکھیں کھولتے اپنے پاؤں پر جھکے عون کو دیکھا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں۔ پلیز پاؤں کو ہاتھ مت لگائیں۔"

"تم چپ کرو رباب! مجھے میرا کام کرنے دو۔" خفگی سے کہتے پاؤں تکیے پر رکھتے پھر سے گھوم کر اس کے پاس آیا۔ "ابھی تھوڑی دیر میں سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

اس کے بال سہلاتے وہ بہت پریشان لگ رہا تھا۔ رباب نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"آئی ایم سوری۔ ہر ایک بات اور بدتمیزی کے لیے، میں نے بہت تنگ کیا نا آپ کو؟"

عون نے بے ساختہ اس کا شرمندگی کے احساس سے سرخ پڑتا چہرہ اور لرزتی پلکیں دیکھیں۔

"مگر آپ کیوں برداشت کرتے رہے۔ یونی کے دنوں کی طرح جواب کیوں نہیں دیتے تھے۔"

آخر میں اس کا انداز روٹھا سا ہوا۔ نگاہ اٹھائی تو عون کی اپنے چہرے پہ جمی نگاہوں سے سٹپٹا کر نگاہ جھکالی، عون مسکرا دیا۔

"اچھا تو یہ بھی ہمارا قصور ہے رباب! تم نہیں جانتیں جن سے ہمیں محبت ہوتی ہے ان کی کوئی بات بری نہیں لگتی مجھے تمہاری باتوں سے کبھی بے عزتی محسوس نہیں ہوئی جس کے لیے تمہیں معذرت کرنی پڑے۔" جھک کر نرمی سے اس کے ہاتھ کی پشت کو لبوں سے چھوا۔ رباب نے جھینپ کر ہاتھ کھینچتے خفگی سے اس کی بات کو پکڑا۔

"کون سی محبت؟ یہ حادثہ کب ہوا؟" البتہ عون کی طرف دیکھنا اس کے بس میں نہیں تھا، عون کی حرکت کے بعد۔

"یہ حادثہ اس وقت پیش آیا جب آپ نے مجھ سے شادی کے لیے ہاں کی تھی جب روتے ہوئے ہنسی تھیں آپ!" غیر سنجیدگی سے کہتے تکیہ کھینچ کر وہ اس کے پاس پائنتی کی طرف نیم دراز ہو گیا۔

"ہیں!" رباب نے حیرت سے عون کا چہرہ دیکھا۔

"تو لوگ جو کہتے ہیں جھوٹا کھانے سے محبت ہو جاتی ہے تو وہ سب غلط ہے۔ آپ جناب تو پہلے ہی ہار چکے تھے۔" اس کا انداز چھیڑنے والا تھا۔ عون نے اسے گھورا۔

"کیا مطلب؟ کون سا جھوٹا؟ میں نے کب تمہارا جھوٹا کھایا؟"

"چائے!" اس نے مزے سے کہا۔ "آپ نے میری جھوٹی چائے پی تھی۔" اس نے عون کے تاثرات دیکھنے کے لیے اس کا چہرہ دیکھا مگر وہ ہنس دیا۔

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM

"اور تمہیں یہ غلط فہمی کیوں ہے کہ میں نے ایسا لاعلمی میں کیا تھا؟" محظوظ نظروں سے اس نے رباب کا بے یقین چہرہ دیکھا۔

"آ، آپ نے ایسا جان بوجھ کر کیا؟" اس کے لہجے سے بے یقینی عیاں تھی۔

"بالکل ایسا ہی ہے۔" اس نے سعادت مندی سے سر خم کیا تو رباب کو غصہ آ گیا۔

"اٹھ جائیں میرے قریب سے فوراً ورنہ معلوم ہے نا میں کس قدر بدتمیز ہوں۔" اس نے دانت پیسے۔ عون واقعی اٹھ گیا (کیا بعید وہ واقعی اسے کچھ کھینچ مارتی)

"بدتمیز تو تم واقعی بہت ہو۔ یہ مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے۔ ویسے ایک بات بتاؤ۔" بازو سینے پر لپیٹے اس نے بائیں کی طرف عین اس کے سامنے کھڑے ہوتے کہا۔

"پوچھیں۔"

"تمہیں مجھ جیسے ہینڈسم بندے سے کبھی کسی لمحے میں محبت نہیں ہوئی؟" وہ سنجیدہ تھا، رباب نے چونک کر ادھر ادھر نگاہ دوڑائی پھر عون کا چہرہ دیکھا۔

"کون، ہینڈسم؟ یہاں کس کا ذکر ہو رہا ہے؟" عون نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا۔

"میں تمہیں نظر نہیں آ رہا کیا؟ ویسے اتنی بڑی بھینس جیسی آنکھیں ہیں۔"

رباب نے مصنوعی چونکنے کی اداکاری کرتے آنکھیں چندھی کرتے اس کا چہرہ فوکس کیا، گلابی مائل رنگت، ہلکی سی بڑھی ہوئی شیو میں بے ترتیب بالوں میں بھی اس کی وجاہت دیکھنے لائق تھی۔

رباب نے بے ساختہ نگاہ ہٹالی۔

"تو پھر مجھے کیوں نہیں لگتے ہینڈسم؟"

"تم اپنی آنکھوں کا چیک اپ کرواؤ۔" وہ سر جھٹک کر دوبارہ اس کے پاس آ بیٹھا۔

"کہیں درد تو نہیں ہے رباب؟" اس کے چہرے پر زردی دیکھتے اسے تشویش ہوئی۔

"بس پاؤں میں ہے ہلکا سا۔ پین کلر دی تھی امی نے، ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔"

"آئی لو یو ام۔" عون نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے جذب سے کہا تو وہ بند پلکوں کے ساتھ بڑبڑائی۔

"می ٹو۔"

"یاہو!" عون کے پُرجوش نعرے پر اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں۔

"ایسا کیسے ممکن ہے۔ تم نے تو میری جھوٹی چائے نہیں پی تھی۔"

"کیا ہوا آپ چلائے کیوں؟"

عون کا سارا جوش و خروش جھاگ کی مانند بیٹھ گیا اس نے نیم غنودگی میں اعتراف کیا تھا جس کا خود اسے بھی احساس نہیں تھا۔

"نہیں۔ کچھ نہیں، تم سو جاؤ۔"

"عون۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد رباب کے پکارنے پر عون نے اس کا چہرہ دیکھا، اس کا چہرہ کسی جذبے کے تحت سرخی مائل ہو رہا تھا۔

"بولو ام! کیا کہنا ہے؟" اس کے بال سہلاتے انداز ایسا تھا جیسے کسی بزرگ کا بچے سے مخاطب ہوتے وقت ہوتا ہے۔

"آپ نے لاعلمی میں میری والی چائے پی تھی نا؟"

"کیوں بھئی۔ اللہ نے اتنی خوب صورت آنکھیں کس لیے دی ہیں؟" پھر رباب کی لرزتی پلکوں کو دیکھا۔ "تم اس قدر کیوں شرمندہ ہو رہی ہو، میرا دل چاہا تمہاری چائے پینے کو۔ میں نے پی لی اتنی سی بات ہے۔"

"مجھے نیند نہیں آ رہی۔ آپ کے چلانے کی وجہ سے نیند ٹوٹ گئی۔"

"او کے۔ اب میں کچھ نہیں بولوں گا۔ تم سو جاؤ۔" اس کی پیشانی چھوتے عون نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور چند لمحوں بعد وہ سو چکی تھی۔

عون نے بہت محبت سے اس کا چہرہ دیکھا آہستگی سے اٹھ کر فریش ہونے چلا گیا۔

"سنو تم جیت ہو میری
تب ہی تو ہار جاتا ہوں"

☆

WWW.PDF.PKLIBRARY.COM